Regd. L. No. 2595 رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۵۹۵

Regd. L. No. 2595

ہندوستان بھر کے آریوں اور سکھوں میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو بجا لانیوالا واحد اخبار

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۵۹۵

مقاصد

(۱) اسلام کی خوبیوں اور برکات کا ذکر کرنا اور دیگر مذاہب پر اس کی فضیلت ظاہر کرنا
(۲) غیر مذاہب میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو ادا کرنا (۳) دیگر مذاہب کے حملوں کا کامل و صحیح جواب دینا (۴) راعی اور رعایا کے تعلقات کو مضبوط و مستحکم بنانا۔

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاءُ

نور

ہر ماہ کی ۳ / ۱۷ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر سردار محمد یوسف

ضوابط

چندہ سالانہ عوام سے ۲/
" ششماہی " ۱/۲
" سالانہ سرپرستوں سے ۱۰/
" " امراء ۵/
" ممالک غیر سے صرف آٹھ شلنگ

جلد ۲۵ | اخبار نور قادیان دارالامان مؤرخہ ۱۷ جون ۱۹۳۶ء مطابق ۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ | نمبر ۲۱

ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے!

ہز ہائی نس عالیجناب نواب صاحب بہادر والئے منگرول کا مکتوب گرامی

گذشتہ دنوں خاکسار ایڈیٹر نور فرقان حمید کے ہندی ترجمہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گورمکھی سیرت کی تکمیل میں غیر معمولی مصروف رہا۔ بدیں وجہ یہ خاکسار جناب نواب صاحب موصوف کی خدمت عالیہ میں عریضہ ارسال نہ کر سکا۔ میں نواب صاحب بہادر کی خدمت گرامی میں عریضہ ارسال کرنے ہی والا تھا کہ حضور کا یہ مکتوب گرامی باعث فخر ہوا۔

"محبی جناب مولوی محمد یوسف صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج شریف۔ عرصہ سے جناب کی خیریت مزاج نہ معلوم ہونے سے تعلق خاطر ہے اور اسی وجہ سے یہ خط آپ کی خدمت میں بغرض دریافت خیریت بھیج رہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ مع جملہ متعلقین بفضلہ خدا بخیر و عافیت ہونگے۔ اس عرصہ میں میں بوجہ مرض ملحقہ ضیق النفس و ناسازیٔ طبیعت اکثر مقامات میں بخیال تبدیل آب وہوا مقیم ہوتا رہا۔ اسی وجہ سے آپکی خیریت دریافت کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ مجھے گو اس وقت تک صحت تامہ حاصل نہیں ہوئی تاہم اس شافی برحق کی مشیت پر شاکر اور راضی برضا ہوں۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام"

یہ جناب نواب صاحب بہادر کی ذرہ نوازی ہے کہ انہوں نے میرے خط کی تاخیر کو محسوس فرما کر خیریت حال دریافت کرنے کے لئے محبت بھرا گرامی نامہ ارسال فرمایا، جزاکم اللہ احسن الجزا۔ سچ ہے ؎

تواضع زگردن فرازاں نکوست   گدا گر تواضع کند خوے اوست

دوست بارگاہ الٰہی میں دردِ دل سے دعا فرمائیں کہ خداوند تعالےٰ جلد سے جلد جناب نواب صاحب بہادر کو صحت کلی عطا فرمائیں اور صحت وری مزاج کے ساتھ لمبی عمر بخشیں، کیونکہ جناب نواب صاحب بہادر کا وجود ذیجود اپنی رعایا کیلئے، غریبوں کے واسطے اور مسلمانوں کیلئے رحمت ہے اور ایسے ہمدرد مخلوق کا سایۂ عاطفت جتنی دیر بھی رہے، بسا غنیمت ہے۔

[illegible] میں باہتمام شیخ غلام محمد پرنٹر چھپا اور سردار محمد یوسف صاحب پبلشر نے قادیان ضلع گورداسپور سے شائع کیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مختصر نوٹ

نور اور نور کے ناظرین

نور جس خلوص قلب اور صدق نیت سے تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو بجا لا رہا ہے۔ دشمن تک بھی اس کے معترف ہیں۔ گذشتہ چار پانچ سال فرقان حمید کے گورمکھی اور ہندی تراجم کی طرف میری توجہ غیر معمولی رہی ہے۔ یہ وہ عظیم الشان تبلیغی کارہائے نمایاں تھے جس کی ضرورت آج سے نہیں بلکہ صدیوں سے محسوس ہو رہی تھی۔ اس مصروفیت کی وجہ سے میں دوستوں کو نور کی توسیع اشاعت کی طرف کوئی توجہ نہیں دلا سکا۔ کیونکہ میرا خیال تھا کہ جب میرے دوست یہ محسوس کریں گے کہ میری سب توجہ ان عظیم الشان تبلیغی کاموں کی طرف ہے۔ تو وہ خود بخود ہی اس طرف توجہ دیں گے۔ افسوس! کہ میرا یہ حسن ظن ٹھیک نہ نکلا اس چار پانچ سال کے عرصہ میں اشاعت نے بڑھنا تو کیا تھا۔ نمایاں رنگ میں گر ہی ضرور رہی ہے۔ اور اس کی موجودہ اشاعت اس قدر قلیل بلکہ اقل ہے کہ اس کے اظہار کے لئے بھی قومی وقار مانع ہے۔ دوستوں کا فرض ہے کہ اس آڑے وقت میں نور کی توسیع اشاعت کی طرف خاص توجہ دیں۔ نور کے وہ کون سے خریدار ہوں گے جن کے ایک دو دوست نہ ہوں۔ اور پھر وہ کون سے دوست ہوں گے کہ جنہیں نور جیسے مجاہد پرچہ کی خریداری کے لئے کہا جائے اور وہ انکار کر دیں۔ صرف توجہ کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ دوست ایسا بھی کر سکتے ہیں کہ اپنی گرہ سے قیمت ادا فرما کر خواہشمند سکھوں اور آریوں کے نام نور جاری کروا دیں۔ اور ایسے شوقین اصحاب کی درخواستیں آئے روز دفتر نور میں آتی رہتی ہیں۔ یقیناً ایسا کرکے دوست تبلیغ کے ایک اہم فرض کو بجا لائینگے۔

ایک اچھے دوست کی جدائی

سردار جیون سنگھ صاحب نائب تحصیلدار جن کے مضامین آج سے چند سال قبل نور میں کبھی کبھی چھپتے رہے ہیں۔ اور جو اپنی فراخ دلی بے تعصبی میں اپنی نظیر آپ ہی تھے۔ ان کی وسعت قلبی اور بے تعصبی کا اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ انہوں نے خود اپنی گرہ سے ایک حد تک مدد دے کر اپنے گاؤں میں مسلمانوں کے لئے مسجد تعمیر کرائی۔ حالانکہ ان کی اس جدوجہد سے قبل وہاں مسلمانوں کو اذان دینے کی بھی سخت ممانعت تھی۔ ایسے نیک دل لوگ جس قوم میں بھی ہوں اس قوم کیلئے باعث فخر ہیں۔ پرسوں میرے افسوس کی کوئی حد نہ رہی جبکہ میں نے اپنی ڈاک میں ان کا پرچہ واپس پایا۔ جس پر ”وفات پا گئے“ لکھا ہوا تھا۔ یہ پڑھ کر مجھے اس قدر صدمہ ہوا کہ میں اس روز نہ تو کچھ کام ہی کر سکا اور نہ کچھ کھا پی ہی سکا۔ اور اس وقت تک بھی مجھ پر اس ملال کا ایک نمایاں اثر ہے۔ کیونکہ ایسے اچھے دوست اور بے تعصب شخص فی زمانہ نایاب ہیں۔ میری صمیم قلب سے یہ دعا ہے کہ پرماتما ان کی آتما کو شانتی بخشیں۔ اور لواحقین کو صبر جمیل دیں۔

گاندھی جی کے بیان کا جواب

گاندھی جی نے اپنے بیٹے کے قبول اسلام پر اخبارات میں ایک بیان شائع کرایا تھا۔ اس کے جواب میں شیخ عبداللہ گاندھی نے جو کچھ فرمایا اس کا ضروری حصہ درج ذیل ہے

بمبئی ۱۰ جون چہار شنبہ کو سی جے ہال میں یوم النبی منانے کے سلسلے میں مسلمانوں کا ایک عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا تھا جس میں شیخ عبداللہ گاندھی نے اپنے والد صاحب کے پیش کردہ اعتراضات کا جواب دیا۔

آپ نے حاضرین جلسہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ صاحبان نے اخبارات میں پڑھ لیا ہوگا کہ میرے والد صاحب نے میرے خلاف کیا کیا اعتراضات کئے ہیں۔ میرے والد صاحب کا بیان ہے کہ اگر میں نے صمیمیت قلب سے اسلام قبول کیا ہے تو انہیں (گاندھی کو) اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ اسلام کو بھی ہندو مذہب کی طرح ایک سچا مذہب خیال کرتے ہیں۔ مگر میں یہیں سے ان سے اختلاف کرتا ہوں۔ میں اسلام کو کسی دوسرے مذہب کے برابر نہیں سمجھتا (بلکہ اعلےٰ سمجھتا ہوں) میں عوام الناس پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں نے ذاتی اغراض کی بنا پر اسلام قبول نہیں کیا۔ میں اس لئے حلقہ بگوش اسلام ہوا ہوں کہ میں اسے ہندو مذہب سے بہتر خیال کرتا ہوں۔ کیا میں مسلمانوں سے دنیوی انعام کی خاطر اسلام میں آیا ہوں؟ کیا مجھے یہ توقع ہے کہ مسلمان میری قبر پر تاج محل جیسی عمارت بنا دیں گے؟ میں تو اپنی نجات کے لئے اسلام میں آیا ہوں۔ اور مجھے یہی دین عملی حیثیت سے انسانیت کے لئے مفید نظر آیا ہے۔ مجھے صرف دو روٹیاں اور معمولی کپڑا درکار ہے اور میں اسلام کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ ایسے مواقع پر اغیار کی جانب سے اعتراضات کی بوچھاڑ خلاف توقع نہیں۔ مگر عجیب یہ ہے کہ سب سے پہلا اعتراض میرے اپنے والد کی طرف سے کیا گیا ہے۔ اگر میں اپنے باپ کے اعتراضات کا جواب دینا چاہتا تو میں بہر حال مسکت جواب دے سکتا تھا۔ مگر چونکہ وہ میرے والد ہیں اس لئے احتراماً میں ان کے اعتراضات کا اس پیرائے میں جواب نہیں دینا چاہتا جس پیرائے میں کہ انہوں نے اعتراضات کئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ گاندھی جی کو یہ شکایت ہے کہ میں نے اسلام قبول سے پہلے ان کو خبر کیوں نہیں دی۔ اور مشورہ کیوں نہیں کیا۔ لیکن اس الزام کا جواب خود گاندھی جی کے بیان میں موجود ہے۔ اگر میں ان سے مشورہ کرتا۔ تو وہ اسی قسم کی منطق پیش کرتے کہ اسلام اچھا ہے۔ مگر ہندو دھرم بھی تو اچھا ہے۔ اور مجھے ان کا پرانا تجربہ ہے کہ ان کی بیرسٹری کی عادت نہیں جاتی۔ اور وہ میرے اوپر منطق اور مکر دریا کے جال ڈالنے کی کوشش کرتے۔

گاندھی جی کا معیار

میں اس امر کے ظاہر کرنے میں دریغ و تامل نہیں کر سکتا کہ دوسروں کو پرکھنے کے متعلق میرے والد کا قائم کردہ معیار عجیب و غریب ہے۔ اگر ہم ان کے معیار کو تسلیم کر لیں۔ تو عیسائی اور مسلمان کسی صورت میں جنت میں داخل نہیں ہو سکتے ایک وقت تھا کہ میرے والد نے اس معیار کا اعلان بھی کیا تھا کہ دودھ پینا بھی گناہ ہے۔ میں نے ان کے معیار کی خلاف ورزی کی تھی۔ چنانچہ مجھے گنہگار قرار دیا گیا تھا۔

میرے والد نے مجھ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ میں شراب پینے کا عادی ہوں۔ میں اس امر سے انکار نہیں کر سکتا کہ یہ مجھ میں بہت بڑی کمزوری ہے۔ چنانچہ یہی کمزوری میرے مخالفین کے لئے موجب اعتراض بنی ہے۔ مگر میں وعدہ کرتا ہوں۔ کہ میں آئندہ قرآن حکیم کے احکام کے مطابق عمل کرونگا۔

قرآن شریف کا گورمکھی ترجمہ ۔ سائز ۲۰×۲۶/۸ صفحات ۷۲۸ کاغذ عمدہ جلد سنہری ٹائپ بڑھیا گھر کی لاگت پانچ روپے مگر تبلیغی نقطہ خیال سے ہدیہ صرف دو روپے محصولڈاک علاوہ
ملنے کا پتہ :- مینیجر اخبار نور قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تبلیغ ہی ہمارا بیڑا پار ہو سکتا ہے

ہماری روحانی، سیاسی، تمدنی، مجلسی بہتری تبلیغ میں ہی ہے ہر زمانہ میں عموماً کثرت کا ہی بیڑا ابھار رہا ہے۔ خصوصاً اس زمانہ میں تو کثرت خاص اہمیت رکھتی ہے۔ کیونکہ موجودہ زمانہ میں رائے کا وزن نہیں بلکہ شمار ہے۔ اور شمار میں جس کا پلڑا بھاری ہوگا۔ اس کی سیاسی اہمیت میں شبہ ہی کیا؟ اور یہ کثرت ہم تبلیغ کے ذریعہ ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ ہندوستان میں پارسی مالدار ہیں صاحب علم ہیں۔ ان کا تمدن بھی بہت حد تک یورپینوں سے ملتا جلتا ہے۔ باوجود ان خوبیوں کے ان کی سیاسی اہمیت ہندوستان میں صفر کے برابر ہے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ ہندوستان میں ان کی تعداد بہت اقل ہے۔ اس وقت آٹھ کروڑ کے قریب مسلمان جو ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔ یہ سب عرب سے تو آئے نہیں عرب سے آنے والے مسلمانوں کی تعداد ہندوستان میں غالباً چند سینکڑوں یا ہزاروں سے زیادہ نہ ہوگی۔ باقیوں کو اسلام کی خوبیوں نے ہی اپنی طرف کھینچا ہے۔ اور یہ اس صورت میں ہوا ہے جبکہ ہندوستان میں مسلمانوں کی طرف سے تبلیغ کے لئے کوئی خاص انتظام نہیں کیا گیا تھا۔ اور اگر ہم تبلیغ کے لئے ایک خاص نظام وضع کر سکتے۔ تو یقیناً اس وقت کم از کم پندرہ سولہ کروڑ مسلمان ہندوستان میں موجود ہوتے۔ ۱۹۰۹ء میں میں نے جب نور کو جاری کیا۔ اور اخباری دنیا میں آکر جب مجھے گرد و پیش کے حالات کو مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ تو میں نے اس بات کو محسوس کیا۔ کہ اسلام پر ملکانوں کے ارتداد کی شکل میں ایک اہم حملہ ہونے والا ہے۔ اس بات کو معلوم کر کے میں نے ۱۹۰۹ء سے لے کر ۱۹۱۸ء تک اس حملے کی روک تھام کیلئے مسلسل کئی مضامین لکھے۔ تاکہ مسلمان مصیبت آنے سے پہلے ہی بیدار ہو سکیں۔ مگر جس قوم کی مذہبی اور سیاسی حس مر چکی ہو۔ اور جو ذلت آمیز زندگی کی خوگر ہو چکی ہو۔ اس پر اس مسلسل جھنجھوڑ کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔ واقعات شاہد ہیں۔ کہ جس آنے والے حملے اور مصیبت کی خبر اور اس سے بچاؤ کے لئے میں نے ۱۹۰۹ء سے لے کر ۱۹۱۸ء تک مسلمانوں کو پے در پے بیدار کرنے کی کوشش کی۔ آخر وہ مصیبت ۱۹۲۳ء میں مسلمانوں پر نازل ہو کر رہی۔ اس وقت مسلمان اٹھے اور بے تحاشہ اٹھے۔ مگر اس وقت کے اٹھنے کا کیا فائدہ ہو سکتا تھا۔ ؎

اگلے دن پاچھے گئے ہر سے کیوں نہ ہیت
اب پچھتائے ہوت کیا جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

۱۹۰۹ء میں جو کام چار آنے سے ہو سکتا تھا ۱۹۲۳ء میں وہ دو روپے پر بھی نہ ہو سکا۔ تبلیغ کی دوسری شق جس پر میں نے آج سے پچیس ۲۵ سال قبل خصوصیت سے توجہ دلائی وہ اچھوتوں میں تبلیغ تھی۔ اگر اس وقت مسلمان توجہ کرتے تو بڑی آسانی کے ساتھ یہ اچھوتوں کے بیشتر حصہ کو اپنے اندر جذب کر سکتے تھے۔ سات آٹھ کروڑ کی تعداد کوئی تھوڑا نہیں ہوتا۔ یہ جس کے ساتھ بھی ہوگا اس کی سیاسی اہمیت میں کلام ہی کیا۔ بے شک اب اچھوتوں میں بیداری ہے۔ اور وہ اپنی موجودہ ذلت آمیز حالت سے نکلنے کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ مگر اس وقت مقابلہ بھی سخت ہے۔ آج سے پچیس ۲۵ سال قبل جو کام ہم ایک پیسے سے کر سکتے تھے۔ غالباً اب وہ چار آنے سے ہونا بھی مشکل۔ مگر اب بھی وقت ہے۔ اگر ہم سعی بلیغ سے کام لیں تو کامیابی ہمارے انتظار میں کھڑی ہے۔ اور اگر بدقسمتی سے ہم نے اس موقع کو بھی ضائع کر دیا۔ تو پھر سوائے کف افسوس ملنے کے اور کوئی چارہ نہ رہے گا۔ میں نے اپنی طاقت اور حیثیت کے مطابق تبلیغ کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ۱۹۰۹ء سے لے کر ۱۹۲۳ء تک میرے تبلیغی دوروں کا یہ عالم رہا کہ مہینے میں بیس ۲۰ روز باہر دورہ پر گزرتے تھے اور دس روز قادیان میں۔ اور اکثر اوقات آنے جانے کا کرایہ اپنی گرہ سے ہی ادا کرنا پڑتا تھا۔ ان تبلیغی دوروں نے میرے اخبار، میرے کاروبار اور میری صحت پر جو غیر معمولی اثر ڈالا اس کو کچھ میں ہی بہتر سمجھ سکتا ہوں۔ اور بسا اوقات ان تبلیغی دوروں کے بیچ میں بڑی سے بڑی مشکل کو بھی خاطر میں نہیں لایا۔ چنانچہ اس کی ایک مثال سن لیجئے غالباً یہ ۱۹۲۳ء کا ذکر ہے۔ کہ فروری میں مجھے دہلی انجمن احمدیہ کے سالانہ جلسے پر جانے کا حکم ہوا۔ جب میں امرتسر پہنچا۔ تو میں اپنی طبیعت میں ایک آنے والی سخت بیماری کا آغاز پاتا تھا۔ مگر میں نے اپنے تبلیغی سفر کو توڑنا مناسب نہ سمجھا۔ جب میں دہلی پہنچا تو واقعی میں انفلوئنزا کے خطرناک حملے کا شکار ہو چکا تھا۔ وہاں جا کر اسی حالت میں میرا لیکچر ہوا۔ اور لیکچر کے بعد معاً مسلمانوں، آریوں اور سکھوں سے مسلسل تین مباحثے بھی کرنے پڑے اور کم از کم پانچ گھنٹے اسی بیماری کی حالت میں مجھے کھڑا رہنا پڑا۔ نہ صرف کھڑا رہنا ہی بلکہ لگاتار پانچ گھنٹے زور زور سے بولنا بھی پڑا۔ گو ان تینوں مباحثوں میں اللہ تعالیٰ نے مجھے نمایاں کامیابی دی۔ مگر اس کے بعد جو اس کا ردعمل میری طبیعت پر ہوا۔ اس کا اندازہ کچھ میں ہی لگا سکتا ہوں۔ اگر میں یہ کہوں کہ دہلی سے میں نیم مردہ حالت میں قادیان پہنچا۔ تو یہ عین صحیح ہوگا۔ کیونکہ اس کے بعد میں چار ماہ قریباً بستر سے اٹھ نہیں سکا۔ اور ان چار ماہ کے بعد جب میں بستر سے اٹھا تو میری صحت کو ایک ایسا زبردست دھکا لگ چکا تھا۔ کہ اس کے بعد حقیقتاً میری طبیعت سنبھل ہی نہیں سکی۔ کیونکہ اس کے نتیجہ میں مجھے ذیابطیس ہو گیا۔ اور اس کے بعد مجبوراً مجھے تبلیغی دورے ملتوی کرنے پڑے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ بحالت ذیابطیس میرا کھانا پینا۔ اٹھنا بیٹھنا۔ سونا۔ جاگنا سب پرہیز ہی ہے۔ اور سفر میں پرہیز کہاں میسر آ سکتا ہے۔ گو تبلیغی نوعیت کو مجھے مجبوراً بدلنا پڑا۔ مگر کام کو نہیں بدلا۔ ان تبلیغی دوروں کے ملتوی کرنے کے بعد میں نے اپنی توجہ قرآن مجید کے گورمکھی اور ہندی تراجم کی طرف لگا دی۔ اور یہ ٹھوس تبلیغی کام اس وقتی تقریری تبلیغ سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اور اس ٹھوس کام کی ضرورت آج سے ہی نہیں بلکہ صدیوں سے محسوس کی جا رہی تھی۔ کہنے کو تو ہم دفعۃ الوقتی کے لئے یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دے لیتے ہیں۔ کہ عیسائیوں کی تبلیغی کامیابی لالچ کا نتیجہ ہے۔ مگر مجھے اس سے چنداں اتفاق نہیں۔ ان کی کامیابی ایک حد تک ان کی تبلیغی جدوجہد کا پھل ہے۔ اس باہمت قوم نے دنیا کی نو سو السنہ میں سے آٹھ سو چھبیس زبانوں میں اپنی مقدس کتاب کا ترجمہ کر کے لاکھوں کی تعداد میں مختلف اقوام میں پھیلا دیا ہے۔ اور پچیس ۲۵ زبانیں بھی وہ بھی ہیں جن کی تا حال الف۔ با ایجاد نہیں ہوئی۔ جو قوم اپنی کتاب کے پھیلانے میں اس جدوجہد سے کام لے رہی ہے۔ کیا وجہ ہے کہ وہ اس کے شیریں ثمرات سے بہرہ ور نہ ہو۔ بغیر شکر کے میٹھا ہونے سے رہا۔ جب میں نے اس باہمت قوم کے اس باہمت کارنامے کو پڑھا۔ تو میں بے چین ہو گیا۔ کہ کہاں ہمارا یہ دعویٰ کہ آج دنیا کی نجات محض قرآن مجید کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے سے ہی ہے۔ اور کہاں ہماری پستی، غفلت، بے حسی کہ ابھی تو اور آج تک ہم ہندوستان کی رائج الوقت السنہ میں بھی قرآن کریم کے تراجم نہیں کر سکے۔ گو یہ کام میرے جیسے بے بس مفلس بے زر اور بے پر انسان کی طاقت سے کوسوں دور تھا۔ اتنا دور جتنا کہ چاند ہے۔ ایسے کام قوم کی متفقہ اور مشترکہ توجہ کو چاہتے ہیں۔ مگر اللہ کے فضل اور اس کے کرم اور احسن کی ذرہ نوازی کا یہ نتیجہ ہے کہ باوجود [illegible]

مشکلات کے چند سالوں میں ہی قرآن حمید کے گورمکھی اور ہندی تراجم ... پبلک کے پیش کر دیئے۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔ سہ

ہر کارکہ ہمت بستہ گردد - گر خار بود گلدستہ گردد

غیر مذاہب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی اشاعت بھی کچھ کم اہمیت نہیں رکھتی۔ اور میرے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ اس وقت غیر مذاہب میں قرآن حمید کی زیادہ ضرورت ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی۔ حضور پُر نور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات والاصفات کی شان میں غیر مذاہب کی طرف سے جو کبھی کبھی سوء ادبی سے کام لیا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں ... سر پھٹول۔ خون خرابہ تک نوبت پہنچتی ہے۔ اور جس کا ثمرہ آزردگی۔ کشیدگی۔ اور بدامنی کی صورت میں رونما ہوتا ہے۔ اس کی ایک حد تک یہ بھی وجہ ہے کہ آج تک ہم نے سرورِ دوجہان کی مقدس سیرت سے غیر مذاہب کو آگاہ نہیں کیا۔ اگر ہم آگاہ کر سکتے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کا اثر نہ ہوتا۔ اور آج غیر مذاہب والوں کی ذہنیت بدلی ہوئی نہ ہوتی۔ کیونکہ حضور پُر نور کا اسوۂ حسنہ اور آپ کا خلقِ عظیم اپنے اندر وہ شان اور حقیقت رکھتا ہے۔ کہ جو ڈاکوؤں۔ چوروں۔ رہزنوں ...... کو قطب بنانے والا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اس وقت تک مسلمانوں نے غیر مذاہب والوں کو حضور پر نور کی سیرت عالیہ سے کیوں خاطر خواہ آگاہ نہ کیا؟ چنانچہ باوجود شدید مالی مشکلات اور شدید بیماری میں مبتلا ہونے کے میں نے اس بات کو نہایت سختی سے محسوس کیا کہ رسالت مآب کے اسوۂ حسنہ سے غیر مذاہب والوں کو آگاہ کیا جائے گو آگاہ کرنے کے کئی طریقے ہیں۔ مگر بہتر طریق یہی ہے کہ جس قوم کو آگاہ کرنا ہو۔ اس قوم کو اس کی زبان میں ہی آگاہ کیا جائے۔ کیونکہ وہ زبان اپنے اندر ان کے لئے ایک خاص قوت جاذبہ رکھتی ہے۔ چنانچہ اس اہم نقطہ کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گورمکھی سیرت کو مرتب کیا۔ جو قریباً ساڑھے پانچسو صفحات پر ختم ہوئی ہے۔ اور تبلیغی نکتہ خیال سے یہ مذہبی دنیا میں بالکل نئی چیز ہے۔ اور یہ سیرت کس پایہ کی ہے۔ اس کا آپ اس سے بخوبی اندازہ لگا سکیں گے کہ اس وقت سکھ مذہب میں سردار بہادر بھائی کاہن سنگھ صاحب اور سردار بہادر بھائی ارجن سنگھ صاحب ایک اہم پولیٹیکل کے مالک ہیں سردار بہادر بھائی کاہن سنگھ صاحب سکھ مذہب کے اس قدر جید فاضل ہیں کہ تین سو سال کے عرصہ میں سکھ مذہب نے کوئی اتنا زبردست عالم پیدا نہیں کر سکا۔ ان کی علمیت کے غیر تک بھی قائل ہیں۔ سردار بہادر بھائی ارجن سنگھ صاحب کے متعلق یہی کہہ دینا کافی ہوگا کہ وہ سکھ مذہب میں ایک راج گورو کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان دونوں بزرگوں کا اس گورمکھی سیرت پر تبصرہ درج ذیل ہے:-

"گورو جی کا قول ہے کہ سعید الفطرت لوگ ہی بزرگان کرام کا ذکر خیر کیا کرتے ہیں۔ مذہبی رہنماؤں کے پُر از نصائح اقوال و اعمال بنی نوع انسان کیلئے بہترین رنگ میں رہنمائی کا موجب ہوتے ہیں۔ دنیا میں جس قدر بھی بزرگ گزرے ہیں سب کی کوشش مخلوق خدا کی اصلاح رہی ہے۔ اور ان کے پند و نصائح سے فائدہ اٹھانا ہر ایک انسان کا فرض ہے۔ ایڈیٹر صاحب نور کی گورمکھی میں لکھی ہوئی "بوتر جیون" نامی کتاب کو ہم نے غور سے پڑھا ہے۔ اس میں حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے تاریخی واقعات۔ اور وقتاً فوقتاً جو انہوں نے اپدیش اور نصیحتیں کیں۔ اور بے شمار ازالہ شکوک وغیرہ قرآن شریف اور دیگر اسلامی کتب سے لے کر بہترین طریق سے درج کئے گئے ہیں۔ اس کتاب کے پڑھنے سے گورمکھی دانوں اور پنجابی بھائیوں کو اسلام کے متعلق پورا پورا علم اور واقفیت ہو سکتی ہے۔

حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حاکم کامل بھروسہ قوت ارادی کی مضبوطی تکلیف اور مصائب میں بے نظیر صبر۔ اور ان تھک تبلیغی سعی اور اعلیٰ تدبر وغیرہ صفات عالیہ غیر معمولی رنگ میں قابل تعریف ہیں۔ ہم علم دوست لوگوں اور متلاشیان حق کو اس گرنتھ کے پڑھنے کے لئے سفارش کرتے ہیں"

صفحات ساڑھے پانچ سو۔ کاغذ اعلیٰ۔ چھپوائی بہترین۔ جلد سنہری۔ مگر قیمت برائے نام۔ یعنی ایک روپیہ چار آنے تاکہ اسکی اشاعت وسیع پیمانہ پر ہو سکے۔ گو یہ سیرت ماہ فروری میں ہی تیار ہو چکی تھی۔ ایک تو ان بزرگوں کا ریویو حاصل کرنے کے لئے قریباً ڈیڑھ ماہ کا عرصہ لگا۔ اور پھر اس ریویو کو چھپوا کر سیرت کے ساتھ شامل کرنے کے لئے پریس نے ڈیڑھ ماہ لے لیا۔ حالانکہ پریس کا یہ صرف ایک دن کا کام تھا۔ اور اس معاملہ میں پریس نے مجھے اتنا پریشان کیا کہ میں اسے کبھی معاف نہیں کر سکتا۔ اب یہ کتاب کل میرے پاس مکمل ہو کر آئی ہے۔ جلد بندی ہو رہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ انشاء اللہ ایک عشرہ تک پبلک میں آسکے گی دوست دعا کریں کہ یہ کتاب قبولیت حاصل کرے۔ اور بہتوں کے لئے ہدایت کا موجب بنے (آمین)

شذرات

مسلمان اور کانگرس

پنڈت جواہر لال نہرو سے ایک مجلس میں سوال کیا گیا کہ مسلمانوں کو کانگرس میں کس طرح لانا چاہئے۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ان کی اقتصادی مشکلات کا حل کرنا چاہئے۔ پھر وہ خود بخود کانگرس کی طرف کھنچے چلے آئیں گے۔ اس پر کہا گیا کہ چالیس کروڑ مسلمان کانگرس میں نہیں آئیں گے۔ اس پر پنڈت جی نے کہا کہ گو مسلمان ذرا سخت مزاج واقع ہوئے ہیں۔ اور وہ کسی چیز کو جلدی قبول نہیں کرتے۔ مگر جس چیز کو وہ قبول کرتے ہیں تو پھر اس پر وہ سختی سے عمل پیرا ہوتے ہیں۔ برعکس ہندو ایسے نہیں وہ کسی چیز کو جلدی سے قبول تو کر لیتے ہیں۔ مگر اس پر وہ سختی سے کاربند نہیں ہوتے" پنڈت جواہر لال نہرو نے مسلمانوں کو خوب سمجھا ہے۔ ایک طرف تو ہندو ساہوکار اقتصادی رنگ میں مسلمانوں کا کچومر نکال رہے ہیں۔ اور دوسری طرف انہیں اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر ہندو مسلمانوں کے تعاون کے خواہشمند ہیں۔ تو اس کی جہاں اور بہت سی صورتیں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان کی اقتصادی مشکلات کو دور کیا جائے۔ مرحوشو مسلمان اور مولانا محمد علی مرحوم کے ہم خیال جب کانگرس میں شامل ہوئے تو صدق دل کے ساتھ۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے کانگرس میں جا کر وہ کارہائے نمایاں دکھلائے کہ کوئی بڑے سے بڑا کانگریسی ہندو بھی نہ دکھلا سکا۔

ہندو مسلم اتحاد کی بہترین صورت

ہندو مسلم اتحاد باتوں سے نہیں ہوگا۔ اس کے لئے عملی قدم اٹھانے کی ضرورت ہے قابل غور بات ہے کہ جس گھناؤنے رنگ میں ہندو مسلمانوں سے چھوت کرتے ہیں۔ اس ذہنیت کی موجودگی جو نتیجہ پیدا کر سکتی ہے وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں کس قدر تعجب کی جا ہے کہ ایک کتا ہندو کے ساتھ چھو جائے یا اس کے چوکے میں چلا جائے تو مضائقہ نہیں مگر مسلمان کے چھو جانے سے ہندو کا چوکا بھرشٹ ہو جاتا ہے۔ ایک مسلمان گوجر اپنے ہاتھ سے دودھ دوھ کر اپنے برتن میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لاتا ہے۔ مگر جب وہ اس دودھ کو ہندو حلوائی کی کڑاہی میں انڈیل دیتا ہے تو پھر مسلمان کے ہاتھ لگنے سے وہ دودھ ناپاک ہو جاتا ہے یہ کیسی ستم ظریفی ہے۔ مسلمان کیا طہارت میں اور کیا تمدن میں کسی طرح بھی ہندوؤں سے پیچھے نہیں۔ بلکہ پانچ وقت کی نمازوں کی پابندی کے لئے انہیں طہارت سے زیادہ کام لینا پڑتا ہے۔ پھر مسلمانوں کو اچھوت یا غیر شدہ سمجھنا یہ صریح زیادتی نہیں تو اور کیا ؟ اگر ہندو مسلمانوں سے اتحاد کے خواہشمند ہیں تو انہیں اپنی اس ذہنیت کو بدلنا ہوگا۔

کیا یہ ذہنیت امن پیدا کر سکتی ہے ؟

۱۴ جون کا خالصہ سماچار لکھتا ہے کہ "مسجدوں کو شہر کے باہر جہاں باجے کی آواز نہ پہنچ سکے بنانے کے لئے کوئی قانون وضع ہونا چاہئے۔ ..... کیا پنجاب کونسل کا کوئی ممبر اس سوال کو اپنے ہاتھ میں لے کر بنی نوع انسان کی خدمت بجا لائیگا"۔

اس ذہنیت پر جتنا بھی اظہار افسوس کیا جائے کم ہے۔ خالصہ سماچار کا متعصب ایڈیٹر اپنے بھائیوں کو یہ مشورہ تو نہیں دیتا کہ وہ نماز کے وقت ڈھول پیٹ کر اپنے ہمسایوں کی عبادت اور یکسوئی میں خلل نہ ڈالیں، ہاں کہا جاتا ہے تو یہ کہ کوئی ایسا قانون بنایا جائے جس سے مسجدیں شہروں سے باہر بنائی جائیں گویا ہمارے وطنی بھائیوں کو یہ بھی گوارا نہیں کہ مسلمان با آسانی خدا کی عبادت بجا لا سکیں، اس قانون کے بنانے والے خواہشمند کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس قانون کی نسبت ایسے قانون کی زیادہ ضرورت ہے۔ کہ جن لوگوں کو اذان کی آواز چبھتی ہو وہ اپنے مکان ایسی جگہ بنائیں جہاں اذان کی آواز ان کے کانوں تک نہ پہنچ سکے۔ کیونکہ جہاں سکھوں کی زیادہ آبادی ہے وہ مسلمانوں کو بزور بازو اذان دینے سے روکتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمیں اذان کی آواز ناگوار معلوم ہوتی ہے۔

ہندوستان کی غریبی کا حل

غریبی اور اس کے علاج پر تقریر کرتے ہوئے مسٹر ہگنبوتھم پرنسپل نے ۲ جون کو شملہ میں وائی۔ ایم۔ سی۔ اے کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستان کے افلاس کا باعث اس کا مذہب ہے۔ جو ہر قسم کے جانداروں کو زندہ رکھنے کے حق میں ہے۔ چاہئے ان کا فائدہ ہو یا نہ ہو۔ آپ نے کہا کہ بندر اور چوہے بیحد نقصان کرتے ہیں سب بے شمار بیکار جانوروں کو مذہبی عقائد کی بنا پر پالا جاتا ہے۔ یہ بات معقول ہے کہ کئی ایک جانور غیر معمولی ضرر رساں ہیں۔ ان کا اتلاف بہت حد تک اقتصادی لحاظ سے فائدے کا موجب ہو سکتا ہے۔ مگر مذہبی نکتہ خیال سے انکا قیام ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اگر اس جذباتی پہلو کو الگ رکھتے ہوئے ٹھنڈے دل سے اس پر غور کیا جائے تو یقیناً اس کا نتیجہ کم از کم اقتصادی نکتہ خیال سے بہت کچھ فائدے کا موجب ہو سکتا ہے۔

ریاست فرید کوٹ کی ایک مسجد کا جھگڑا

۲۴ مئی کا شیر پنجاب لکھتا ہے کہ مہاراجہ بکرم سنگھ کی سلطنت میں ہندوؤں اور سکھوں نے درخواست کی کہ وہ ہندوؤں اور سکھوں کی آبادی میں ایک مسجد کی موجودگی کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لئے مہاراجہ صاحب نے ہندوؤں اور سکھوں اور مسلمانوں کی رضامندی سے اس جگہ کو دھرم سالہ بنا دیا"۔ انہیں مسلمانوں کی رضامندی بلاشبہ ایک اضافی چیز ہے۔ مگر بہر حال اس سے اس بات کا بخوبی پتہ چلتا ہے کہ سکھوں اور ہندوؤں کو اپنے محلہ میں مسجد کی موجودگی ناقابل برداشت تھی۔ کیا یہ ذہنیت کبھی خوشگوار نتائج پیدا کر سکتی ہے ؟ مسلمانوں کے محلہ میں اگر کوئی مندر اور گوردوارہ ہو اور مسلمان اسے اٹھانا چاہیں تو کیا ہندو اور سکھ اسے گوارا کریں گے ؟ ہرگز نہیں۔ جس بات کو وہ خود خواب میں بھی پسند کرنے کے لئے تیار نہیں۔ وہ انہوں نے مسلمانوں سے کیوں کروائی۔ ضرورت ہے کہ ہم ایک دوسرے کے لئے رواداری ثابت ہوں۔ تا ہماری زندگی امن سے گذرے اور ہندوستان کو بھلے دن نصیب ہوں۔ ورنہ یہ ذہنیت کبھی سوراج کا منہ نہیں دکھلائیگی۔

مہاتما گاندھی کے لڑکے کا قبول اسلام

مہاتما گاندھی نے اپنے لڑکے کے قبول اسلام پر جن جلے کٹے الفاظ میں اظہار کیا ہے۔ مجھے اس کی کم از کم مہاتما گاندھی سے توقع نہ تھی کیونکہ اگر ان کے صاحبزادے نے اسلام قبول کیا ہے تو انہوں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ مذہب کا تعلق دل سے ہے اس کے لئے ہر ایک کو آزادی ہونی چاہئے کہ جونسا مذہب اسے پسند خاطر ہو وہ اسے قبول کرے۔ اور پھر ان کے صاحبزادے نے وہ بہترین مذہب قبول کیا ہے۔ جس کے متعلق ۲۹ مئی ۱۹۲۴ء کے اخبار ینگ انڈیا میں مہاتما گاندھی لکھ چکے ہیں کہ

"جب یورپ پر اندھیرا چھایا ہوا تھا تو مشرق کے افق پر ایک روشن ستارہ (اسلام) طلوع ہوا۔ اس نے دنیا کو آرام اور روشنی سے آباد کر دیا۔ جو مصیبتوں سے تباہ۔ اور گناہوں سے تاریک ہو رہی تھی۔ اسلام سچا مذہب ہے۔ ہندوؤں کو چاہیئے کہ وہ نیک نیتی سے اس کا مطالعہ کریں۔ انہیں بھی اسلام کے ساتھ ایسی محبت پیدا ہو جائیگی جیسی کہ مجھے پیدا ہو گئی۔ اگر یہاں (ہندوستان) میں اسلام کی حقیقی حالت پلٹ گئی ہے۔ تو ہمیں تسلیم کرنا چاہئے کہ اس انقلاب میں ہندوؤں کا بھی کچھ حصہ ہے۔ اگر ہندو اپنی حالت درست کر لیں (یعنی اسلام کی مخالفت چھوڑ دیں) تو مجھے یقین ہے کہ اسلام ایسے مناظر پیش کریگا جو اس کی قدیم فراخ دلی کی روایات کے شایان شان ہونگے"۔

بہرحال سچا مذہب اختیار کر کے مہاتما گاندھی کے فرزند نے اپنے انتخاب کا بہترین ثبوت دیا ہے۔ باقی یہ کہنا کہ وہ شرابی اور زانی وغیرہ ہے۔ اگر اس کے اسلام لانے سے قبل ان باتوں کا اظہار ہوتا تب تو کچھ وزن بھی تھا۔ اب اسکا کوئی وزن نہیں۔ کیونکہ لوگ ایسا خیال کرنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ محض اس کے اسلام لانے سے چڑ کر ایسے الزامات لگائے جا رہے ہیں۔

عمل اس کا ساتھ نہیں دیتا

۷ جون کے آریہ گزٹ میں سوامی دیانند کے چند اقوال درج کئے گئے ہیں۔ جس میں ایک یہ ہے کہ "اپنے اپنے گیان (معرفت) اور ودیا (علم) کے انوسار (مطابق) ستیہ (حق) کا منڈن (تائید) اور استیہ (جھوٹ) کا کھنڈن (تردید) کومل بانی (نرم زبان سے) کریں"۔ کہنے کو تو یہ الفاظ بہت خوبصورت ہیں۔ مگر قابل غور یہ بات ہے کہ کیا خود سوامی موصوف کا طرز عمل اس کی تائید کرتا ہے۔ ستیارتھ پرکاش کے تیرہ اور چودہ سمولاس میں جس سختی اور کرخت لہجہ کے ساتھ دیگر مذاہب پر نکتہ چینی کی گئی ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ اور اس وقت مختلف مذاہب میں جو آزردگی، کشیدگی اور تنفر پایا جاتا ہے۔ بہت حد تک یہ کرخت نکتہ چینی ہی اس کی ذمہ وار ہے۔ نکتہ چینی کا ہر ایک کو حق ہے۔ مگر اس کے لئے ایسی خوش اسلوبی اختیار کرنی چاہئے کہ جس سے دوسرے کا دل نہ دکھے۔ اگر آریہ سماج اب بھی ستیارتھ پرکاش کے ان ابواب کی اصلاح کر سکے۔ تو یقیناً وہ ہندوستان پر عظیم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احسان کرے گی۔

اس کا ذمہ وار کون ہے؟

۷ جون کا پرکاش لکھتا ہے "کہ آج اخباروں کی طرف سے آواز آ رہی ہے کہ "نوجوان گمراہ ہو رہے ہیں۔ دھرم کرم سے انہیں کوئی واسطہ نہیں رہا۔۔۔۔۔۔ سوسائٹی میں آنا جانا فضول سمجھتے ہیں۔ ان پر فیشن پرستی کا بھوت سوار ہے۔ اخلاق گر رہا ہے صحت تباہ ہو رہی ہے۔ نہ ماں باپ کی سنتے ہیں نہ قوم اور ملک کے رہنماؤں کی وہ بھارت (ہندوستان) کی بھومی (زمین) پر بھار (بوجھ) ہیں"؟ بلاشبہ یہ حالات کافی حد تک تشویش انگیز ہیں۔ اس کے کئی ایک وجوہات ہیں (اوّل) موجودہ انگریزی تعلیم اور اس کا طریق (دوم) استادوں کا طلباء کی اخلاقی حالت سے بے نیاز رہنا۔ (سوم) والدین کا بے پرواہ ہونا (چہارم) مذہبی تعلیم کا فقدان۔ اور اگر ابھی سے اس کا سدّباب نہ کیا گیا، تو مستقبل میں اس کے نتائج ملک، اور قوم کے لئے بہت تکلیف دہ ثابت ہوں گے۔

احراریوں کے ظلم کی حد ہو گئی

ڈسکہ میں احراریوں نے جس سفاکی کے ساتھ مسلح ہو کر نہتے احمدیوں پر ظالمانہ حملہ کیا۔ اور رات کے اڑھائی بجے تک ان کے سفاکانہ حملے جاری رہے اس کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تعجب ہے کہ وہاں کی پولیس نے کیوں نہ اس پر فوراً توجہ دی۔ یہ کس قدر اندھیر اور کتنی بڑھی ہوئی دیدہ دلیری ہے کہ مسجد میں جا کر امن پسند احمدیوں پر یہ ظالمانہ حملہ کیا گیا۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ جلد سے جلد اس کے تدارک کی طرف متوجہ ہو۔ ورنہ احراریوں کا یہ ظالمانہ رویہ ملک کے امن کو تباہ کر کے رہے گا۔ کیونکہ اب ان کی یہ اشتعال انگیزیاں اور ایذا رسانیاں ناقابل برداشت ہو رہی ہیں۔ آخر صبر کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔

رواداری کا بہترین نمونہ

صاحبزادہ سر سلطان احمد خاں مرحوم نے اپنی وفات کے وقت جو وصیت کی اس میں بیس ہزار روپیہ بنارس یونیورسٹی کو بھی دیا ہے۔ مسلمانوں کی قدیمی رواداری کی یہ ایک مثال ہے۔ خصوصاً اس فرقہ وارانہ ذہنیت میں جبکہ ایک دوسرے کی عداوت کے لئے محض اس کا مسلمان یا ہندو ہونا ہی کافی ہے۔ اگر ایک دوسرے کی طرف سے ایسی رواداری کا ثبوت وقتاً فوقتاً ملتا رہے تو یہ موجودہ خطرناک فرقہ وارانہ ذہنیت بہت حد تک کم ہو سکتی ہے ہندوؤں میں کچھ کم مالدار نہیں ہیں۔ اگر وہ بھی صاحبزادہ موصوف کی نیک مثال کی پیروی کر سکیں تو بلاشبہ موجودہ تعصبی مرارت بہت حد تک کم ہو سکتی ہے۔

برمحل خیرات

اخبارات کے ذریعہ یہ معلوم کر کے کہ جناب خانصاحب ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خاں ریٹائرڈ سول سرجن آگرہ نے تعلیمی مقاصد کیلئے بیس ہزار روپیہ جناب نواب صدر یار جنگ بہادر آنریری سیکرٹری ایجوکیشنل کانفرنس کے حوالہ کر کے غیر معمولی فیاضی کا ثبوت دیا ہے۔ بہت خوشی ہوئی۔ اگرچہ ہر ایک نیکی اپنے اندر خوبی رکھتی ہے مگر تعلیمی مقاصد کے لئے اس قسم کی فیاضی جو اپنے اندر خوبی رکھتی ہے وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ اگر مسلمانوں میں چند ایک اور ایسے فیاض طبع پیدا ہو سکیں تو مسلمانوں کی تعلیمی مشکلات بہت جلد حل ہو سکتی ہیں۔

یہ ذہنیت قابل اصلاح ہے

۱۰ جون کا پرتاب لکھتا ہے "کہ ہندوؤں کے بائیکاٹ کی وباء شہروں سے نکل کر اب دیہات میں بھی اپنا اثر دکھلا رہی ہے" یہ وباء حقیقتاً باہمی کشیدگی اور تنفر پیدا کرنے کا موجب ہے۔ اس کی جس قدر بھی جلد اصلاح ہو غنیمت ہے۔ مگر میں اس کے ساتھ اپنے ہندو بھائیوں کو بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں کہ انہیں بھی اپنے غیر معمولی سخت بائیکاٹ کے حربہ کو کچھ نرم کرنا چاہئے۔ ہندو جس خطرناک رنگ میں مسلمانوں سے چھوت چھات کرتے ہیں وہ اظہر من الشمس ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کی پاکیزگی اور ان کا قابل رشک تمدن کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ اگر ہندو صاحبان مسلمانوں سے رواداری کا برتاؤ کریں۔ تو یقیناً وہ مسلمانوں کو بہترین ہمدرد ہمسایہ پائیں گے لہٰذا اس وباء کو روکنا بہت کچھ ہندوؤں کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ کیونکہ وہی اس کے ابتدائی بانی ہیں ۔

اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

سنہری موقع

جیسا کہ ۳ جون کے پرچہ میں اعلان کیا گیا تھا کہ ایک دوست کی فیاضی کے طفیل قرآن مجید کا ہندی ترجمہ کاغذ ڈمی اعلیٰ۔ طباعت بہترین۔ جلد سنہری۔ گھر کی لاگت پانچ روپیہ رعایتی قیمت ڈیڑھ روپیہ۔ کاغذ سری رامپوری بڑھیا جلد سنہری۔ طباعت بہترین گھر کی لاگت پونے چار روپے رعایتی قیمت صرف ایک روپیہ۔ رعایتی قیمت پر چند جلدیں ہی دی جائیں گی۔ اور یہ ان غیر مسلموں کا ہی حق ہو گا جن کی مالی حالت کمزور ہو۔ اور وہ اس گرنتھ کے پڑھنے کے شوقین ہوں۔ جن کی درخواستیں پہلے آئیں گی انہیں ترجیح دی جائے گی۔ دیگر دوستوں کو بھی چاہئے کہ وہ بھی اپنی گرہ سے قیمت ادا کر کے اپنے غیر مسلم دوستوں کو فرقان حمید کے ہندی و گورمکھی تراجم سے مستفیض کریں۔ اگرچہ ہر ایک نیکی اپنے اندر خوبی رکھتی ہے۔ مگر غیر مسلموں کو فرقان کریم کے روحانی گیان اور عرفان سے آگاہ کرنا یہ تمام نیکیوں کی سرتاج نیکی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ دوستوں کو توفیق دے۔ آمین

مسلمانوں کے ملّی جذبہ کا اعتراف

مسٹر گاما۔ اور ہیرا لعل گاندھی کے قبول اسلام پر مسلمانوں نے جس جوش و خروش اور مذہبی احساس کا ثبوت دیا۔ اور تو اور خود متشدد سے متشدد آریوں کو بھی اس کا اعتراف کرنا پڑا ہے۔ چنانچہ ایڈیٹر صاحب پرتاب اپنے ۱۳ جون کے پرچہ میں لکھتے ہیں کہ "میں مسلمانوں کے جوش اور غیروں کو اپنے مذہب میں جذب کرنے کی ہمت کے لئے ان کی تعریف کرتا ہوں"۔ ایک دو مسلمان اخبار نویسوں نے یہ لکھا ہے کہ نومسلموں کو اتنی اہمیت نہیں دینی چاہئے۔ خوش قسمتی سے میں بھی نومسلم ہوں۔ اس لئے میرا اس کے متعلق خاموش رہنا ہی بہتر تھا۔ مگر جب میں دیکھوں کہ میری خاموشی اسلام کو نقصان پہنچانے کا موجب ہو گی۔ تو اس وقت میرے لئے یہی بہتر ہے کہ میں اپنے ذاتی احساسات اور جذبات کو قربان کر دوں۔ مسلمان کیا بلحاظ ثروت اور کیا بلحاظ حشمت اور کیا بلحاظ اتحاد اپنی ہمسایہ اقوام سے بہت پیچھے ہیں۔ اس لئے ان میں سے کوئی بات بھی ایک نووارد کو اپنی طرف راغب نہیں کر سکتی۔ لے دے کر ان میں اب یہ ہنگامی یا وقتی طور پر اس ملی جذبہ کا اظہار ہی رہ گیا ہے۔ اگر اس کو بھی یہ جواب دے دیں تو پھر موجودہ حالات میں ان کے پاس رہ ہی کیا جاتا ہے۔ اگر مسلمانوں نے ایک یا دو ہے کے کہنے پر اس اچھے جذبہ کو ترک کر دیا۔ تو یقیناً یقیناً اس کا نتیجہ سوائے صریح خسارہ کے اور کچھ برآمد نہیں ہو گا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حضور غیر مسلم اکابر کا خراج عقیدت

سر ولیم میور

یہ فضول ہے اگرچہ ہم تاریخ میں کسی دوسری ایسی شخصیت کی تلاش کریں جس نے ایسی مشکلات کے مقابلہ کی وہ قوت ہو جو پیغمبر اسلامؐ نے مکہ میں رہ کر تیرہ ۱۳ سال تک دکھائی۔ جبکہ ہر طرف سے مایوسی تھی۔ اور دھمکیاں دی جاتی تھیں۔ اُن کی مخالفت کی جاتی تھی۔ انہیں کو اذیت دی جاتی تھی۔ لیکن پیغمبر اسلامؐ کے پائے استقلال کو ذرہ بھر بھی لغزش نہ آئی۔

مہاتما گاندھی

اسلام اپنے انتہائی عروج کے زمانہ میں تعصب اور ہٹ دھرمی سے پاک تھا اسلام نے تمام دنیا سے خراج تحسین وصول کیا۔ جب مغرب پر تاریکی اور جہالت کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ اس وقت مشرق سے ایک ستارہ نمودار ہوا۔ اور روشن ستارہ جس کی روشنی سے ظلمات کدے منور ہو گئے۔ اسلام دین باطل نہیں۔ ہندوؤں کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ وہ بھی میری طرح اس کی تعظیم کرنا سیکھ جائیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا۔ بلکہ اس کی اشاعت کے ذمہ وار رسول عربی کا ایمان۔ ایقان۔ ایثار اور اوصاف حمیدہ تھے۔ ان اوصاف نے لوگوں کے قلوب کو مسخر کر لیا تھا۔

ڈاکٹر سر رابندر ناتھ ٹیگور

اسلام دنیا کے مذاہب میں سب سے بڑا مذہب ہے۔

میں آج عید میلاد النبیؐ کے مبارک موقع کو غنیمت سمجھ کر اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اور مسلمان بھائیوں کے ساتھ نبی اعظم صلعم کی خدمت میں عظیم و تکریم ارادت مندی اور عقیدت مندی کا ناچیز تحفہ پیش کرتا ہوں۔ اور ساتھ ہی ساتھ ہندوستان کے لئے ان سے دعاء برکت کا ملتجی ہوں۔ کیونکہ غریب ہندوستان ان کی دعاء تائید اور تسلی کا بغایت محتاج ہے۔

مسز سروجنی نائیڈو

وہ پاک انسان (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ایک نفرت سے بھرپور۔ بغض و تعصب سے معمور اور جہالت سے معمور دنیا کی طرف آیا۔ اور اس صحرا کے اندر جو ان کی پیدائش کا گہوارہ تھا۔ ایک نہ مٹنے والی صداقت کا ان پر انکشاف ہوا۔ جو رب العالمین کے دو پاکیزہ الفاظ میں مضمر ہے۔ یعنی اس خدا کو آپ نے پیش کیا۔ جو تمام اقوام ممالک اور مذاہب کا ایک ہی خدا ہے۔ اسلام میں حقیقی اور خالص جمہوریت کا رنگ پایا جاتا ہے۔ جو اپنی اعلیٰ شان و شوکت کے لحاظ ہمارے زمانہ کی نام نہاد جمہوریتوں کی بے حقیقت اور قابل اعتراض اشکال سے کوسوں دور بڑھا ہوا ہے۔ یہ وہ رنگ ہے جس کو نہ مذہب عیسوی پیدا کر سکا اور نہ ہی ہندو مذہب جو تاریخ عالم میں بہت قدیم ہے۔ اس کی تخلیق کا موجب ہوا۔ بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک مساعی کا نتیجہ ہے۔

میجر آرتھر جی لیونرڈ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف پیغمبر ہونے کی حیثیت سے عالی مرتبت نہ تھے۔ بلکہ وہ محب وطن اور سیاست دان ہونے کے لحاظ سے بھی ایک کامل انسان تھے۔ جسمانی اور روحانی لحاظ سے ایک بہت بڑی قوم کے پیدا کرنے والے تھے۔ صرف قوم نہیں بلکہ ایک عظیم الشان سلطنت اور اس سے بڑھ کر ایک عالمگیر مذہب کے لانے والے تھے۔ وہ ایک صادق تھے۔ اپنے تئیں لوگوں کے ساتھ اور خدا کے ساتھ وہ صادق تھے ...... (حضرت) محمد (صلعم) کا مقصد وحید خدا کی عظمت کو پیش کرنا تھا اور یہ وہ چیز تھی جس سے وہ تمام دنیا کو ہلا گئے ....

اسلام نام ہے عمل کا نہ کہ محض نظریے کا۔ اس کی تعمیر عمل سے کی گئی۔ اس کی حیات عمل پر ہے۔ کیونکہ (حضرت) محمد (صلعم) جو کہتے تھے وہی کرتے تھے۔

سادھو ٹی۔ ایل وسوانی

میں محمد صلعم کو کورنش بجا لاتا ہوں۔ وہ دنیا کی ایک عظیم الشان ہستی ہے۔ وہ ایک قوت تھی جو انسانیت کی بہتری کیلئے صرف ہوئی۔ بادشاہ روحانی پیشوا ہوتے ہوئے آپ اپنی گلیم کو خود پیوند لگاتے غیب کی آواز پر آپ لبیک کہتے "اے کملی والے اٹھ اور تبلیغ کر" آپؐ ہمیشہ امن و آشتی کی تلقین کرتے رہے۔ میں آپ کے آخری الفاظ پر اکثر غور کرتا رہتا ہوں "مالک مجھے بخش دے۔ اور مجھے اپنے نیک بندوں میں اٹھا"۔ تم میں سے کون ہے جو اس امر سے انکار کرے کہ آپؐ اعلیٰ زندگی اور اعلیٰ موت رکھتے تھے۔ ہندوستان کی گردن اسلام کے احسانات سے دبی ہوئی ہے۔

رائے بہادر چوہدری چھوٹو رام صاحب۔ ایم۔ ایل سی

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حلم و انکسار۔ شرافت و نجابت۔ اور لطف و مروت کے پیکر تھے۔ آپ صرف نسل انسانی کے ہادی ہی نہیں تھے۔ بلکہ انسانیت کے جلیل القدر رہنما تھے آپ صرف ایک عظیم المرتبت پیغمبر ہی نہیں تھے بلکہ جلیل الشان حکمران بھی تھے۔ لیکن آپ کے اخلاق میں رحمت و ملاطفت اور متانت و وقار اور ایک ایسی جاذبیت تھی جو آپ کے تمام اعمال پر حاوی تھی۔ پیغمبر اسلامؐ نے رنگ نسل و قومیت کے تمام امتیازات کو سختی سے مٹا دیا یہی وجہ ہے کہ اسلام کی اخوت اور مساوات کا کوئی دوسرا مذہب مقابلہ نہیں کر سکتا۔ پیغمبر اسلامؐ اپنے دشمنوں تک سے فیاضی، عفو اور احسان کا حیرت انگیز سلوک فرماتے تھے۔

تھامس کارلائل

محمد (صلعم) نے کسی مکتب سے تعلیم حاصل نہیں کی تھی یا انہیں ایسا استفادہ نہ کیا تھا جسے ہم تعلیم کہہ سکتے ہیں ...... یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے کہ وہ لکھ نہ سکتے تھے ...... لیکن اوائل عمر سے ہی وہ ایک سنجیدہ اور مفکر انسان تھے۔ لوگ انہیں الامین کہہ کر پکارتے تھے۔ وہ صادق تھے۔ وفادار تھے۔ اور ان کا ہر ایک فعل۔ قول اور خیال راست بازی پر مبنی تھا۔

میجر جنرل فرلانگ

جزیرہ عرب۔ اس کا مذہب۔ حالت عامہ اور پرائیویٹ کریکٹر خوبیاں اور نقائص۔ زمانہ اور حالات۔ ان تمام چیزوں کا ایک طویل مطالعہ چالیس سالہ مسلمانوں سے رابطہ میل۔ مختلف فرقہ ہائے اسلام سے گفتگو نے ہمیں مجبور کیا ہے کہ ہم اقرار کریں کہ (حضرت) پیغمبر خدا صلعم تمام دنیا کے بادشاہوں۔ اور تاریخ کے پیدا کرنے والوں میں سب سے اعلیٰ ہیں۔ سفر میں ہوں یا مجلس میں ہوں حاکم یا منتظم کی حیثیت ہو۔ یا کوئی اور شعبہ زندگی وہ ہر ایک حالت میں یکساں نظر آتے ہیں۔ (حضرت) محمد (صلعم) کی عزت مدبر اور عقلمند دوست اور دشمن سب کرتے تھے جسے بھی آنحضرتؐ سے ملاقات کا اتفاق ہوتا۔ وہ آپ کی عزت اور آپ سے محبت کرنے لگتا۔

ریورنڈ باسورتھ سمتھ

اگر دنیا میں کوئی شخص یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس نے لوگوں پر خدا کی طرف سے ہدایت پا کر حکومت کی۔ تو وہ ذات صرف محمد (صلعم) ہی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ بغیر ہتھیاروں کے ان میں یہ طاقت تھی۔ بغیر جبر کے وہ لوگوں پر حکومت کرتے تھے

تاریخ عالم میں (حضرت) محمد (صلعم) کی قسمت واحد اور بے نظیر ہے۔ وہ تین چیزوں کی بنیاد رکھنے والے تھے۔ ایک قوم۔ ایک سلطنت۔ اور ایک مذہب۔

سٹینلے لین پول

حضرت محمد (صلعم) وہ شخص جو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پس پردہ ہو اس سے بھی زیادہ باحیا تھے۔ وہ ادنیٰ لوگوں سے بہت اچھا سلوک کیا کرتے۔ اور اپنے غلام کو کبھی نہ جھڑکتے خواہ وہ کیسی خطا کرے۔ انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دس سال رہا۔ لیکن حضور نے مجھے اُف تک نہ کہا۔

وہ اپنے خاندان سے محبت کرتے تھے۔ وہ بچوں سے بہت محبت کرتے تھے ...... انہوں نے اپنی زندگی میں کسی شخص کو تکلیف نہیں دی۔ ایک دفعہ کسی نے کہا کہ فلاں شخص کے لئے بددعا کی جائے تو فرمایا "میں دنیا میں بددعا کرنے کے لئے نہیں آیا بلکہ رحمت بنا کے بھیجا گیا ہوں۔"

وہ ایک وفادار محافظ تھے۔ ان کی گفتگو نہایت شیریں تھی۔ جو انہیں دیکھتا اس کا دل حضور کی عزت سے لبریز ہو جاتا۔ جو ان کے قریب آتا وہ آپ پر عاشق ہو جاتا۔ کسی نے خوب کہا کہ "میں نے ایسا نہ دیکھا نہ دیکھوں گا۔"

اٹلی کو فوجی سپاہی سیاہ فام افریقن باشندوں کی آڑ میں لڑتے رہے

اخبار "سپیکٹیٹر" نے اپنے پرچہ میں لکھا ہے۔ سائنر مسولینی نے تباہی پر تباہی لانے میں قابل تعریف کامیابی حاصل کی ہے۔ اس نے افریقہ کی ایک پرانی ایمپائر کو جو کہ اس براعظم میں واحد آزاد سلطنت تھی تباہ کر دیا ہے۔ اس نے ایک ایسے شہنشاہ کی حکومت کو تباہ کر دیا ہے جو کہ اپنی وسیع سلطنت کو پُرامن اور فارغ البال بنا رہا تھا اور جس نے اس مطلب کے لئے لیگ کی امداد طلب کی تھی۔ اس نے اطالوی تحریروں ...... کو سخت دھکا لگایا ہے۔ اس نے طاقت کے قانون میں تبدیل ہونے کی امید کو تباہ کر دیا ہے۔ کاش وہ لیگ کو بھی تباہ کر دیتا۔

شہنشاہ ابی سینیا کی ثابت قدمی

ابی ایک بات کو وہ نمایاں طور پر تباہ کرنے میں ناکام ثابت ہوا ہے۔ اور وہ ہے شہنشاہ ابی سینیا کی ثابت قدمی اور مصیبت کی حالت میں ان کا صبر و شکیب جو کہ ہر ایک سنجیدہ انسان سے خراج عقیدت طلب کر رہا ہے۔ یہ وحشیانہ طاقت ہی ہے۔ جو کہ اطالوی افواج کو

ادیس ابابا میں لے گئی ہے۔

اطالویوں کی ہلاکت آفرینی

ان کے ہوائی جہاز روزانہ بلا مقابلہ مخالف افواج کی ہر ایک نقل و حرکت کی دیکھ بھال کرتے رہے۔ اور اطالوی ہوابازوں نے مکمل امن و سلامتی سے بلا تحاشا فوجی اجتماعوں، پُرامن دیہات اور ریڈ کراس سٹیشنوں پر بمباری کی۔ اور جب ان کی مہلک کوششیں تسلی نہ دے سکیں۔ تو زہریلی گیس بھی بے دریغ استعمال کی گئی۔ اس وقت تو انتہا ہی ہو گئی۔ جب کہ پہلے تو اطالوی افواج سیاہ فام عسکریوں کی آڑ میں چلتی رہیں۔ لیکن جب ادیس ابابا میں پُرامن داخلہ کا موقعہ آیا۔ تو پہلی لائن میں مارچ کر کے آگے بڑھیں۔

لیگ کا اخلاقی فرض

آگے چل کر اخبار مذکور لکھتا ہے۔ کہ کیا لیگ میں یہ طاقت ہے کہ وہ اس بات پر زور دے کہ اٹلی اپنی جارحانہ لشکر کشی کا فائدہ نہ اٹھائیگا۔ یا کیا اس کے پچاس ممبران میں جن میں سے تین بڑی بڑی طاقتیں ہیں، اتنی طاقت نہیں کہ وہ اس نظیر کی پیروی کریں جو کہ اس سے پہلے مختلف طاقتوں کے گروپوں نے یا انفرادی طاقتوں نے زمانہ ماضی میں کیا ہے۔ جب ۱۸۷۷ء میں روس کی زیر سرپرستی بلغاریہ کلاں کی بنا ڈالی گئی۔ تو اس وقت برلن کی کانفرنس مدعو کی گئی۔ اور روس اور اس کا پٹھو فوراً دب گئے۔ جب جاپان نے ۱۸۹۵ء میں چین کو شکست دی۔ اور جزیرہ نما لاؤ تنگ کو فتح کر لیا۔ تو تین یورپین سلطنتوں یعنی روس۔ جرمنی اور فرانس نے مل کر اُسے اپنی لوٹ کا مال واپس کرنے پر مجبور کیا۔ جب ایک فرانسیسی فوج نے ۱۸۹۸ء میں دریائے نیل کی وادی میں قدم رکھا۔ تو انگلستان نے اس فوج کو واپس بلا لینے پر مجبور کیا۔ اب بھی لیگ یہ مطالبہ کر سکتی ہے۔ کہ ابی سینیا میں ایسی سلطنت قائم کی جائے جو کہ انصاف کا تقاضا پورا کرتی ہو۔ اور جس میں اٹلی کو کوئی غلبہ حاصل نہ ہو۔ اگرچہ اس کام میں زیادہ مشکلات حائل ہیں۔ اور اس میں مسولینی کی تباہی کی اس طاقت میں اضافہ ہوتا ہے جس نے ایک دانشمند اور مضبوط شخصیت کے منظم رسوخ اور اقتدار کو ہٹا کر ملک میں بدامنی اور ابتری پھیلا دی ہے۔ لیکن پھر بھی لیگ جو کچھ کر سکتی ہے اُسے کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

مقدمہ مسجد شہید گنج کے فیصلہ پر

اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ کے مسلم نامہ نگار کا تبصرہ

مسجد شہید گنج کے دیوانی مقدمہ کے فیصلہ سے جو اہم صورت حالات پیدا ہو گئی ہے وہ صرف مسجد شہید گنج سے ہی تعلق نہیں رکھتی اس فیصلہ میں ڈسٹرکٹ جج نے مسلمانوں کو مسجد شہید گنج میں نماز ادا کرنے کے حق سے محروم کر دیا ہے۔ اور یہ فیصلہ مسلمانوں کے لئے جو آج سے ایک سال قبل مسجد کے اشتعال انگیز انہدام سے حد درجہ متاثر ہو چکے تھے۔ نہایت مایوس کن ہے۔ میرے خیال میں اگر ڈسٹرکٹ جج کے اس فیصلہ کو تسلیم کر لیا گیا۔ اور اس کا قانونی نظریہ برقرار رہا۔ تو مسلمان نہ صرف اس حق سے محروم ہو جائیں گے جس کا مطالبہ وہ مسجد شہید گنج کے بارہ میں کر رہے ہیں۔ بلکہ "وقف" کی قانونی اصطلاح بھی بالکل بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔

فاضل جج نے بنائے دعویٰ مسجد قرار دی ہے یا بالفاظ دیگر اس عمارت کو بنائے دعویٰ تسلیم کیا ہے جسے بطور مسجد وقف کیا جا چکا تھا۔ اس مقدمہ میں نہایت زبردست شہادتیں اور بیّن دلائل پیش کرنے کے لئے جو محنت ڈاکٹر محمد اقبال بیرسٹر ایٹ لاء نے کی ہے اس کا اعتراف خود فاضل جج پُرزور الفاظ میں کر چکا ہے۔ ڈاکٹر محمد عالم صاحب نے عدالت میں وہ اصلی دستاویز پیش کی جو آج سے دو سو سال پیشتر تحریر ہوئی تھی۔ اور جس کی رُو سے مسجد کو وقف قرار دیا گیا تھا۔ جج نے اس دستاویز کو صحیح قرار دیا۔ اور اپنے اس نظریہ کو تاریخی واقعات اور مختلف دستاویزوں کے حوالوں کی ایک فولادی زنجیر سے جکڑ کر مضبوط اور اٹل بنا دیا

خطرناک قانونی نقص

فاضل جج نے نہ صرف بنائے دعویٰ کو مسجد تسلیم کر لیا۔ بلکہ اس نے یہ نظریہ بھی تسلیم کر لیا کہ قانون اسلام کی رُو سے مسجد تا قیامت مسجد رہتی ہے۔ اور مسجد میں طبعی طور پر خواہ کسی قسم کا تغیر و تبدل ہی کیوں نہ ہو جائے۔ مسلمان کو اس میں نماز ادا کرنے کے حق سے کبھی محروم نہیں کیا جا سکتا۔ فاضل جج نے یہ بھی تسلیم کر لیا۔ کہ مسجد ایک شخص کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور اپنے مفاد اور حقوق کے لئے اپنے کسی دوست کے ذریعہ اپنے قیام اور اس مقصد کے لئے جس کے لئے اسے تعمیر کیا گیا تھا دعویٰ دائر کر سکتی ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اگر اس مقدمہ کا فیصلہ شرع اسلام کے مطابق کیا جاتا۔ تو سکھوں کے قبضہ مخالفانہ کی خواہ اس کی میعاد کتنی ہی ہوتی۔ مقدمہ پر کوئی اثر نہ پڑ سکتا تھا۔ اور جج نے اس امر کو خود تسلیم کیا ہے۔ لیکن اس نے یہ نظریہ بیان کیا ہے کہ اس مقدمہ کا فیصلہ قانون اسلام کے مطابق نہیں کیا جا سکتا۔ اور جج نے یہ فیصلہ کیا کہ اسلام کے اس قانون پر کہ "مسجد تاقیامت مسجد رہتی ہے" سکھوں کے قبضہ مخالفانہ کو پیش نظر قانون میعاد مقدمہ کی دفعات کی رو سے ہندوستان کا مروجہ قانون غالب آتا ہے۔

یہ ایک نہایت تشویشناک قانونی نکتہ ہے۔ اس فیصلہ کا غیر مبہم الفاظ میں یہ مفہوم نکلتا ہے کہ اگر کوئی غاصب قطع نظر اس سے کہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم کسی وقف پر چند سال قابض رہ کر یہ ثابت کر دے۔ کہ اس وقف پر اس کا قبضہ مخالفانہ قائم ہو چکا ہے۔ تو یہ وقف ان خصوصیات سے محروم ہو جائیگا جو اسے قانون اسلام کی رو سے حاصل تھیں۔ اس فیصلہ کی موجودگی میں یہ خطرناک قانونی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ اگر کوئی فریق کسی مسجد کے متولی یا عام مسلمانوں کے مقابلہ میں چند سال تک قابض رہ کر قبضہ مخالفانہ ثابت کر دے تو مسجد کو تمام ان خصوصیات سے محروم کیا جا سکتا ہے جو اسے قانون اسلام کی رو سے حاصل تھیں۔ اور اس کی بجز اینٹوں مٹی اور گارے کی ایک عمارت کے اور کوئی اہمیت باقی نہیں رہ جاتی۔ اور قانون کے اس نئے مفہوم سے چونکہ وقف اور عام جائیداد کا امتیاز بالکل اڑ جاتا ہے۔ اس لئے وقف کی قانونی اصطلاح کا مفہوم بالکل مسخ ہو جاتا ہے۔

قانونی نظائر

اس نظریہ کو قانون تسلیم کر لینا حد درجہ مشکل ہے۔ ڈاکٹر محمد عالم نے دلائل پیش کرتے وقت عدالت ہائے عالیہ اور پریوی کونسل کے فیصلوں کی چند ایسی مثالیں پیش کیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ اسلامی اوقاف کے مقدمات کے متعلق ہمیشہ قانون اسلام کو مروجہ قانون پر ترجیح دی گئی۔ اور اسلامی قانون کی رو سے نہ تو انتقال اوقاف ہی جائز ہو سکتا ہے۔ نہ اوقاف کو کسی کی ذاتی جائیداد قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور نہ ان پر مخالفانہ قبضہ تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ ذیل میں اس کی چند صاف مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) قانون انسداد فساد ات کے ماتحت وائسرائے سے حکم حاصل کر لینے کے بعد ایک وقف زمین کو ضبط کر لیا گیا تھا۔ لیکن اس ضبطی سے کافی مدت کے بعد چیف کورٹ اودھ نے فیصلہ صادر کیا۔ کہ اسلامک لا (قانون اسلام) کے ماتحت وائسرائے کا حکم بھی وقف کی حیثیت کو تبدیل نہیں کر سکتا۔

(۱۰۰ انڈین کیسز ۲۴۱)

(۲) ایک اور موقعہ پر حکومت نے ایک وقف کو بحق ملک معظم ضبط کر لیا تھا۔ لیکن اس ضبطی سے تیس سال کے بعد عام نیلام کے ذریعہ ضبط شدہ وقف ایک ہندو کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا۔ لیکن اپیل کرنے پر عدالت عالیہ الہ آباد سے یہ فیصلہ صادر ہوا۔ کہ اسلامی قانون کی رو سے جو حیثیت وقف متنازعہ کو حاصل ہے۔ اس پر ضبطی یا مخالفانہ قبضہ ہرگز اثر انداز نہیں ہو سکتا۔

(۲۴ ویکلی نوٹس ۱۵۹)

(۳) حال ہی میں پریوی کونسل نے ایک مقدمہ (۱۹۳۶ء پنجاب لاء رپورٹر ۱۴۲) میں یہ فیصلہ صادر کیا کہ وقف جائیداد پر اسلامی قانون کی روشنی میں نہ تو قانون انتقال اراضی کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اور نہ ذاتی قبضہ کا۔

فاضل جج نے ان فیصلوں اور اس قسم کے دیگر قوانین اور فیصلوں کے معنوں کو نظر انداز کر کے قانون کا ایک ایسا انوکھا مفہوم پیش کیا ہے۔ جو قانون اوقاف کی بنیاد پر ایک ضرب کاری کے مترادف ہے۔ مجھے مسلمانوں سے پوری توقع ہے کہ وہ اس قانونی نظریہ کی صحت کے لئے عدالت عالیہ تک پہنچیں گے۔ اور اگر عدالت عالیہ نے بھی یہی فیصلہ کیا کہ ڈسٹرکٹ جج لاہور کا نظریہ درست ہے۔ تو مسلمانوں کو یقیناً مجلس وضع قوانین تک پہنچ کر اس ناقص قانون میں خاطر خواہ تبدیلی کرانی پڑے گی۔ باقی رہا مسجد شہید گنج کا انفرادی معاملہ سو اس کے متعلق مسلمانوں کو پورا پورا حق حاصل ہے کہ وہ جو چاہیں اور جو مناسب سمجھیں کریں۔

دعویٰ خارج کرنے کی وجوہات

مسلمانوں کا دعویٰ خارج کر دینے کی ایک اور دلیل یہ پیش کی گئی ہے کہ سکھ گوردوارہ ایکٹ کی بعض دفعات اور اس فیصلہ کے مطابق جو ۱۹۲۸ء میں انجمن اسلامیہ پنجاب کے دعویٰ پر گوردوارہ ٹریبونل نے صادر کیا تھا۔ دعویٰ زائد المیعاد ہو چکا ہے۔ یہاں ایک اور اہم غور طلب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر گوردوارہ ٹریبونل کے فیصلہ کے مطابق ایک وقف کو سکھ گوردوارہ میں شامل کر دیا گیا۔ تو کیا اس سے اسلامی قانون منسوخ ہو گیا۔

ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ عدالت ہائے دیوانی گوردوارہ ایکٹ کے ماتحت کوئی ایسا فیصلہ صادر کرنے کی مجاز نہیں جس سے گوردوارہ ٹریبونل کے کسی ایسے فیصلہ پر اثر پڑے۔ کیا اس شرط سے اوقاف کی وہ حیثیت تبدیل نہیں ہو جاتی جو اسلامی قانون کی رو سے حاصل ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ گوردوارہ ایکٹ بناتے وقت مجلس قوانین کا ہرگز یہ مقصد نہ تھا۔ کہ اسلامی اوقاف سکھوں یا سکھ گوردواروں کے حوالے کر دیئے جائیں۔ مسجد شہید گنج کے عجیب الموضوع مقدمہ سے ایک نہایت انوکھی اور غیر ارادی پیچیدگی پیدا ہو گئی ہے۔ سکھوں کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے عمارت متنازعہ کو (جسے وہ مسجد تسلیم نہیں کرتے) گوردوارہ بھائی تارو سنگھ میں شامل کرنے کی درخواست کی۔ اس سلسلہ میں گوردوارہ ایکٹ کے ماتحت حکومت نے ایک نوٹیفکیشن جاری کر دیا جس پر ایک اسلامی انجمن نے گوردوارہ ٹریبونل سے درخواست کی کہ مسجد کو گوردوارہ میں شامل نہ کیا جائے۔ لیکن ٹریبونل نے یہ درخواست مسترد کر دی۔ اور ٹریبونل کا فیصلہ مسلمانوں کے موجودہ مطالبہ کے تسلیم کرنے میں ایک زبردست رکاوٹ ہے۔

مسلمان گوردوارہ ٹریبونل کے فیصلہ کے باقی تمام اثرات کے ماننے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن وہ یہ ہرگز تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ ٹریبونل کا فیصلہ ایک وقف کو غیر وقف قرار دے سکتا ہے۔ یا اسے ان خصوصیات سے محروم کر سکتا ہے جو اس وقف کو اسلامی قانون کے مطابق حاصل ہیں۔ یا اگر متنازعہ وقف گوردوارہ بھائی تارو سنگھ میں شامل کر لیا گیا ہے تو اسلامی قانون بھی اس کی مسجد کی حیثیت بدل کر اس کے انتقال کی اجازت دے سکتا ہے۔

مسلمانوں کی آئندہ پوزیشن

فاضل جج نے اس سوال پر بھی یہی فیصلہ صادر کیا ہے۔ کہ گوردوارہ ایکٹ کی دفعات مسلم لا پر حاوی ہیں۔ اور موجودہ مقدمہ کی متنازعہ جائیداد پر اسلامی قانون کا اطلاق نہیں ہو سکتا ہمیں یہاں پھر کہنا پڑتا ہے۔ کہ قانون کا یہ مفہوم ہرگز صحیح نہیں۔ اور گوردوارہ ایکٹ کا ہرگز یہ مطلب نہ تھا۔ جو فاضل جج نے لیا ہے۔ اس پر اس امر کی پھر ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ ڈسٹرکٹ جج کے اس نظریہ کی صحت کا امتحان عدالت عالیہ میں کیا جائے۔ یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ گوردوارہ ایکٹ اور مسلم پرسنل لاء یعنی اوقاف کے متعلق ایک حد تک تضاد پیدا ہو گیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مستقبل میں اس قسم کے مزید مواقع نہیں آئیں گے۔ اس لئے ہمیں اس موقع پر پوری جد وجہد سے کام لینا چاہئے۔ اور اگر یہی ثابت ہو کہ دونوں قوانین میں ایک اہم اور غور طلب قانونی تضاد ہے۔ تو اسلامی قانون کے محفوظ کرنے کے لئے ہمیں بہر صورت مجلس وضع قوانین کی مشینری کے کل پرزوں کو حرکت میں لانا پڑے گا۔

میں ڈاکٹر محمد عالم سے توقع کرتا ہوں۔ کہ وہ اب بھی اپنی مساعی کو اسی سرگرمی سے جاری رکھیں گے۔ جس سرگرمی کا مظاہرہ وہ ماضی قریب میں عدالتوں میں اسلامی قانون کا احترام کرانے کی غرض سے کر چکے ہیں۔

مجھے کامل یقین ہے کہ عدالت عالیہ کو بھی یہی معلوم ہوگا۔ کہ ڈسٹرکٹ جج نے کلی طور پر غلط نظریہ قائم کیا ہے۔ اور عدالت عالیہ کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ اوقاف کے معاملہ میں قانونِ اسلام ہی ملک کا مروجہ قانون ہے۔ اور گوردوارہ ایکٹ کی دفعات اور قبضہ مخالفانہ کی دفعات پر حاوی ہے۔

ڈسکہ میں احرار کی فتنہ انگیزی

بالآخر ڈسکہ پولیس کی کھلم کھلا احرار نوازی۔ اور احراری ملاؤں کی اشتعال انگیزیوں کی بنا پر سرزمین ڈسکہ میں وہ خونچکاں حالت رونما ہو رہی ہے۔ جس کے متعلق ہم آج سے کافی عرصہ پیشتر الفضل کے ذریعہ حکام بالا کو آگاہ کر چکے ہیں۔ پولیس کی جانب داری حکام بالا کی تغافل شعاری۔ اور احراری ملاؤں کی اشتعال انگیزی کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ احمدیہ مسجد پر احراریوں نے کلہاڑیوں تلواروں اور لاٹھیوں سے مسلح ہو کر اس وقت قاتلانہ حملہ کیا جبکہ احمدی وہاں نماز پڑھنے کے لئے جمع تھے۔ اور اپنی طرف سے احمدیوں کو قتل کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ مجملاً واقعات یہ ہیں:۔

۴؍ جون بعد نماز شام احراری ایک منظم سازش کر کے مسجد احمدیہ کے قریب چھپ گئے۔ اور ایک شخص کو روانہ کیا جس نے مسجد کے پاس پہنچ کر چوہدری شکر اللہ خانصاحب برادر خورد چوہدری سر ظفر اللہ خانصاحب کو آواز دی۔ اس وقت احمدی احباب فریضہ نماز ادا کر رہے تھے۔ اور چوہدری صاحب موصوف بھی جماعت میں شامل تھے۔ جب نماز ختم ہو گئی۔ تو چوہدری صاحب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا جو بات کہنی ہے۔ کہو۔ لیکن احراری مذکور نے اصرار کیا کہ آپ مسجد سے باہر نکل کر میری بات سنیں۔ چوہدری صاحب اس کی درخواست پر باہر تشریف لے گئے۔ ان کا باہر نکلنا ہی تھا کہ چھپے ہوئے احراری نمودار ہو گئے۔ اور ان میں سے ایک شخص نے چوہدری صاحب پر کلہاڑی سے وار کیا۔ کلہاڑی آپ کے سر میں پیوست ہو گئی اور کافی گہرا زخم آگیا۔ آپ اس شدید چوٹ کی تاب نہ لا کر زمین پر گر پڑے۔ لیکن جب اٹھے تو ایک اور احراری نے ایک اینٹ دے ماری۔ وہ بھی آپ کے سر پر لگی۔ اور آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اتنے میں خوش قسمتی سے احمدیہ مسجد سے چند نمازی نکلے۔ جنہوں نے بمشکل چوہدری صاحب کی جان بچائی۔

دوسرا قاتلانہ حملہ

اس حادثہ کے تھوڑی ہی دیر بعد مولوی محمد حسین صاحب احمدی مسجد میں آئے تو احرار نے انہیں بُری طرح کلہاڑوں اور تلواروں سے زخمی کیا۔ مولوی صاحب موصوف کی حالت نہایت نازک ہے۔

تیسرا حصہ

اس کے بعد میاں محمد اسمٰعیل صاحب سیکرٹری۔ مستری رحیم بخش صاحب امیر جماعت احمدیہ ڈسکہ خورد سے ڈسکہ کلاں میں نماز عشاء پڑھنے کے لئے پہنچے۔ وہ جب مسجد احمدیہ کی سیڑھیوں پر چڑھ ہی رہے تھے۔ کہ عقب سے احرار نے دفعۃً حملہ کر دیا۔ سیکرٹری صاحب مسجد کے اندر داخل ہو گئے کیونکہ بالکل نہتے تھے۔ احراری بھی مسجد احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ اور مسجد کے اندر ان کو بری طرح زدوکوب کیا۔ ان کی حالت بھی نازک ہے۔ ان کے بعد مستری صاحب ...... پر ایک شخص نے تلوار سے حملہ کرنا چاہا۔ لیکن انہوں نے بڑی مشکل سے اپنی جان بچائی۔

اس کے بعد احرار نے مسجد احمدیہ۔ اور چودھری سر ظفر اللہ خانصاحب کے آبائی مکان پر خشت باری کی۔ اور مکان کے دروازوں کو کلہاڑیاں مار مار کر توڑنا چاہا۔ یہ مفسدین شب کے اڑھائی بجے تک مسجد کے اردگرد محاصرہ کئے رہے۔ اور اکے دکے احمدیوں پر قاتلانہ حملے کرتے رہے۔

ڈسکہ پولیس کی عمداً کوتاہی

کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ تھانہ ڈسکہ کی پولیس کی موجودگی میں مسلسل کئی گھنٹوں تک احمدیوں پر قاتلانہ حملے جاری رہے۔ مگر پولیس دیر کے بعد موقعہ پر پہنچی ...... یہ اس حادثہ کا نہایت مجمل خاکہ ہے (الفضل)

روئداد جلسہ مذاہب کانفرنس لکھنؤ

سارے ہندوستان کے اچھوتوں کی جو کانفرنس "تبدیل مذہب" کے معاملہ پر غور کرنے کے لئے منعقد ہونے والی تھی۔ اور جس کی مہینوں سے اخبارات میں اعلان ہو رہا تھا۔ آخر کار مئی ۱۹۳۶ء کے آخری عشرہ میں اس کا شاندار اجلاس لکھنؤ میں منعقد ہوا۔

اس جلسہ میں علاوہ اچھوتوں کے دوسرے مختلف مذاہب کے نمائندے بھی شریک ہوئے۔ اور انہوں نے اپنے اپنے مذہب کے محاسن و خصوصیات پر تقریریں کیں۔ ہمعصر سرفراز لکھنؤ نے خاص خاص تقریروں کا خلاصہ اور کانفرنس کے مختلف حالات مندرجہ بالا عنوان سے اپنے تازہ پرچہ میں شائع کئے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:۔

حسب اعلان سابق ۲۳ مئی کو ساڑھے چار بجے شام سے گنگا پرشاد میموریل ہال لکھنؤ میں جملہ مذاہب کانفرنس کا اجلاس شروع ہوا۔ ڈاکٹر امبیدکار اس کی صدارت کرنے والے تھے انہوں نے ایک پیغام بھیجا۔ اور اس میں اپنی عدم شرکت کا افسوس اور کانفرنس کی کامیابی کی خواہش ظاہر کرتے ہوئے بتایا کہ وہ آجکل علیل ہو گئے ہیں۔ اور ڈاکٹروں نے اس گرمی میں انہیں لکھنؤ آنے اور کانفرنس میں شریک ہونے سے منع کر دیا ہے۔

جلسہ میں سب سے پہلے بدھ مذہب کے نمائندے نے تقریر کی۔ اس کے بعد بہائی مذہب کے نمائندے نے تقریر کی۔ احمدی جماعت کی طرف سے دو اصحاب پلیٹ فارم پر آئے۔ عام مسلمانوں کی طرف سے جناب مولٰینا مرزا احمد علی صاحب قبلہ امرتسری عالم فرقہ شیعہ علامہ ڈاکٹر عبداللہ یوسف علی۔ جناب مولٰنا صبغۃ اللہ صاحب شہید انصاری فرنگی محلی نے پرزور تقریریں کیں۔ جناب مولٰنا مرزا احمد علی صاحب قبلہ نے اچھوتوں کی ابتدا پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کی قابل رحم حالت کا نقشہ پیش کیا۔ اور پھر اسلام کو ان کے لئے ایک باعث برکت و فلاح دین ثابت فرمایا۔ آپ نے اسلامی مساوات پر نہایت پرجوش تقریر کی۔ اور مختلف دلائل سے اسلام کی افضلیت واضح فرمائی۔ آپ کی تقریر کے بعض فقروں پر بعض ہندو اور عیسائیوں نے یہ اعتراض کیا کہ دوسرے مذاہب پر حملہ کیا جا رہا ہے۔ لیکن ان معترضین کو یہ سمجھایا گیا کہ تقریر میں کسی جماعت کی دل آزاری نہیں کی گئی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور نہ کسی قسم کا حملہ کیا گیا بلکہ تمام تر اسلام کی خوبیاں بیان کی گئیں ہیں۔ تقریر کا صحیح مفہوم سمجھ لینے کے بعد معترضین خاموش ہو گئے اور جناب مولانا نے اپنی پُر زور و دلچسپ تقریر جاری رکھی۔ آپ کی تقریر توجہ سے سُنی گئی۔ اور اس میں زندگی پائی جاتی تھی۔ آپ کے بعد علامہ یوسف علی نے اس خیال سے کہ باہر کے اچھوت ڈیلیگیٹ اُردو سے زیادہ انگریزی سمجھ سکتے ہیں انگریزی میں تقریر فرمائی موضوع کے اعتبار سے علامہ یوسف علی کی تقریر اس کانفرنس کی بہترین تقریر تھی۔ مطالب کے علاوہ زبان بھی بہت پاکیزہ تھی۔ پورا مجمع ہمہ تن گوش تھا۔ آپ نے پہلے یہ ثابت فرمایا۔ کہ اسلام کسی خاص فرقے کسی خاص جماعت کسی خاص حصہ ملک یا کسی خاص سرزمین کا مذہب نہیں ہے۔ اسلام کی تعلیمات عالمگیر اور ساری دنیا کے لئے یکساں مفید و کار آمد ہیں۔ پھر آپ نے کہا کہ ہر مذہب کی طرح اسلام کو بھی جانچنے کے لئے تین باتیں خاص طور سے دیکھنا چاہیئے۔ ایک یہ کہ اس مذہب کے بانی کی زندگی اور سیرت کیسی تھی۔ دوسرے یہ کہ اس کی کیا تعلیمات اور کیا پیغام تھا۔ اور تیسرے یہ کہ اس کے بعد اس کی تعلیمات کہاں تک عملی حیثیت اختیار کر سکیں۔ اس معیار پر اسلام کو جانچنے کے لئے علامہ موصوف نے سب سے پہلے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور سیرت بیان کی۔ آپ کا خلق۔ آپ کی غربا پروری یتیم نوازی۔ خبر گیری بیوگان وغیرہ وغیرہ مثالاً پیش کی۔ غلاموں کے ساتھ آنحضرت صلعم کا برتاؤ واضح کیا گیا۔ اس کے بعد آپ نے اسلام کی تعلیمات کو قرآن مجید کے حوالہ سے پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام کی تعلیمات یہ نہیں ہیں کہ کسی امر کا تم صرف اعتقاد کر لو اور بس نجات ہو گئی۔ بلکہ اسلام ایک عملی مذہب ہے۔ اس لئے اس کے اصول تمام تر عملی ہیں۔ قرآن نے واضح سوالات کی شکل میں مسلمانوں کو احکام دیئے۔ کیا تم یتیموں کی پرورش کرو گے۔ کیا تم بیواؤں کی خبر لو گے۔ کیا تم اپنے برادران نوعی کے حقوق ادا کرو گے۔ کیا تم غلاموں کو آزاد کرو گے؟ اس قسم کے سوالات مسلمانوں کے سامنے پیش کئے گئے۔ اور جس نے ان سوالات کا عملی جواب دیا۔ وہی مسلمان کہلایا۔ اسلامی تعلیمات پر روشنی ڈالنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ اب دیکھئے کہ اسلامی تعلیمات اس وقت دنیا میں کیونکر عملی جامہ پہنے ہوئے ہیں۔ آپ نے کہا کہ مساوات کو لیجئے۔ اور دنیا کے کسی اسلامی ملک مثلاً ٹرکی۔ البانیا۔ مصر۔ عراق وغیرہ میں چلے جایئے۔ اور وہاں آپ کا محض مسلمان ہونا کافی ہوگا۔ ان تمام ممالک میں سب بھائی ہی بھائی نظر آئیں گے۔ اور کوئی تفریق نظر نہ آئیگی نماز۔ حج اور تمام مذہبی اور معاشرتی مواقع پہ مساوات کارفرما ملے گی۔ ہندوستانی مسلمانوں میں بھی یہ اسلامی تعلیم موجود ہے۔ اگر یہاں کے مسلمانوں میں ایک ذرا سا ذات پات کا امتیاز پایا جاتا ہے تو وہ کلیتہً ہندوستان کے مذہبی و معاشرتی ماحول کا اثر ہے۔ اور اسے اسلامی تعلیمات سے کوئی واسطہ نہیں۔ اور نہ اسے عالمگیر اسلامی برادری میں کوئی اہمیت حاصل ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے بعد شہید انصاری صاحب نے ایک مختصر لیکن پُر جوش و ولولہ انگیز تقریر کی۔ یقیناً یہ تقریر مسلمانوں کی طرف سے ایک کامیاب ترین تقریر تھی۔ اسلامی مساوات اور غلام نوازی کا کا تذکرہ کرنے کے بعد آخر میں جناب مولانا نے اچھوتوں کو آغوش اسلام میں آنے کی دعوت دی۔ انہیں ہر قسم یقین دلایا کہ اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو ہم ان کا چھوا کھانا کھانے کو اور ان کا چھوا پانی پینے کو تیار ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ آپ نے اچھوتوں کو مخاطب کر کے یہ اعلان کیا کہ اے عزیز دوستو! اگرچہ میں خود پست و ذلیل انسان ہوں۔ لیکن میرا خاندان ایک عالی مرتبہ اور باوقار خاندان ہے۔ میں اپنے خاندان کی طرف سے تم کو کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ۔ اور تمہیں موزوں شریک زندگی کے حصول میں دقتیں پیش آئیں تو ہمارا خاندان تم کو اپنی لڑکیاں دینے کے لئے تیار ہوگا۔ مولانا کی تقریر کا مجمع پر کافی اثر ہوا۔ اور سارا ہال نعرہ تکبیر سے گونج اُٹھا۔

سکھوں کی طرف سے پروفیسر گنگا سنگھ نے نہایت پُرزور تقریر کی۔ اور اپنی جماعت کی خوبیوں کا مؤثر طریقہ سے اور اپنے مطلب کو خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا۔ غیر مسلم اقوام میں یقیناً آپ ہی کی تقریر بہترین تھی۔ سکھوں کی ایک دوسرے فرقہ سکھ سنت دھرم کی طرف سے ایک اور مقرر نے تقریر کی۔ سناتن دھرم کے نمائندہ نے بھی تقریر کی۔ عیسائیوں کی طرف سے دو پادریوں اور ایک عورت مشنری نے تقریر کی۔ پادری عبد الحق نے اپنی تقریر کی ابتدا ہی یوں کی کہ میں اسوقت تقریر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن بعض مولوی صاحبان نے مجھ سے اشارہ کیا۔ اور ایک پڑھے لکھے آدمی نے مجھ سے لکھ کر پوچھا کہ آپ مساوات مساوات کا نعرہ تو لگاتے ہیں لیکن آپ کالے گورے کا کیوں فرق کرتے ہیں۔ اس لئے میں تقریر کرنے کھڑا ہوں۔ پادری صاحب نے سمجھانا چاہا کہ کالے گورے کا فرق مذہبی حیثیت سے نہیں ہے بلکہ دوسری حیثیتوں سے ہے۔ پھر آپ نے الزامی جواب دینا شروع کیا۔ اور خواہ مخواہ پردہ کی بحث چھیڑ دی۔ اور دوسروں کے معتقدات پر حملے کرنے لگے جس سے حاضرین میں سخت برہمی پیدا ہوئی۔ اور وہ آگے تقریر نہ کر سکے۔

آریہ سماج کی طرف سے ایک سوامی جی نے تقریر کی اور یہ ثابت کرنا چاہا کہ ایرین تہذیب اچھوتوں کے لئے ایک برکت و رحمت تھی۔ لیکن اچھوتوں نے ان کی تقریر کو حد درجہ قابل اعتراض سمجھا۔ اور وہ اس کی رد کرنے کے لئے بے چین نظر آنے لگے۔ آخر میں متعدد اچھوت لیڈروں نے نہایت پُرجوش تقریریں کیں۔ اور اونچی ذات کے ہندوؤں کی طرف سے ان پر جو مظالم صدیوں سے ہو رہے ہیں ان پر روشنی ڈالتے ہوئے دیگر اقوام اور حکومت سے دادرسی کی اپیل کی۔ ایک مدراسی اچھوت لیڈر کی انگریزی تقریر خاص طور سے نہایت پُرجوش تھی۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہندوؤں کے مظالم اچھوتوں پر اب انتہا کو پہنچ گئے ہیں۔ اور اب وہ ہندو مذہب کو چھوڑ کر دنیا کا کوئی دوسرا مذہب اختیار کر لینے پر آمادہ ہیں۔ انہوں نے ہندو سوامی جی کی تقریر کا جواب دیتے ہوئے ہندو معتقدات اور ایرین تہذیب کی شدید تنقید کی۔ اور یہ بتایا کہ در اصل ہم اچھوت اور پست اقوام سرزمین ہندوستان کے حقیقی باشندے ہیں۔ اور یہ ایرین اجنبی اور غاصب ہیں۔ انہوں نے ہماری تہذیب و تمدن اور ہماری آزادی و زندگی کو تباہ و برباد کر دیا صدہا سال تک ہمارے ان کے درمیان جنگ ہوتی رہی۔ اور آخر میں ان کی عیاریوں اور چالاکیوں کی وجہ سے ہم پسپا ہوئے۔ ہم میں سے اکثروں نے جنگلوں اور پہاڑوں کی راہ لی اور جتنے زندہ رہ گئے وہ ان کے چاکر اور غلام بننے پر مجبور ہوئے مقرر موصوف نے ایک قصہ بیان کیا جو کہ ہنود کی کتب مذہبی میں درج ہے۔ کہ ایک دن ایک مگرمچھ نے ایک برہمن کے لڑکے کو نگل لیا۔ سارے ملک میں ایک ہنگامہ ہو گیا۔ رام بہت متردد ہوئے۔ اور لچھمن سے کہا کہ بھائی اس ابتلا کا سبب دریافت کرو۔ آخر لچھمن نے پتہ لگایا کہ اس مصیبت کا سبب یہ ہے۔ کہ ایک شودر اچھوت ایک مقام پر تپسیا (عبادت الہٰی) کر رہا ہے۔ یہ سننا تھا کہ رام کو جلال آیا کہ شودر اور تپسیا کرے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے کہا کہ آج اس شودر کا سر کاٹ کر اس برہمن کو بچا۔ اور دنیا کو امن اور پاکی فراہم کر چنانچہ اس غریب شودر کا سر محض اس جرم پر کہ وہ خدا کی عبادت بجالانا چاہتا تھا اُڑا دیا گیا۔ مقرر موصوف نے کہا کہ میرا سینہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ٹیکنگ رہا۔ میرا کلیجہ پھٹا جا رہا ہے۔ اور اب میں اچھوت بھائیوں کو ہندو دھرم میں دیکھنا نہیں چاہتا۔ دنیا کا ہر مذہب اسلام عیسائیت اور سکھ مساوات رکھتا ہے۔ لیکن یہ ایک عجیب و غریب مذہب ہے۔ جس میں مساوات کا نام و نشان نہیں۔ مقرر موصوف نے کہا کہ اچھوت دنیا کا کوئی دوسرا مذہب اختیار کر لیں۔ لیکن وہ ہندو نہ رہیں۔

آخر میں اچھوت لیڈروں کی تحریک اور پورے جلسے کی تائید سے یہ طے پایا۔ کہ ہندوؤں کی مذہبی کتاب منوسمرتی کے ان اجزاء کو جن کے رو سے اچھوتوں کو انسانیت کا درجہ نہیں ملتا حکومت قانونًا ممنوع و منسوخ قرار دے۔ سب سے آخر میں کانفرنس کے عملی صدر بنگال کے اچھوت لیڈر نے اختتامی تقریر کی۔ اور حاضرین سے کہا کہ ہم آپ کی ان تقریروں سے بہت مستفید ہوئے۔ ہم آپ کے انتہائی شکر گزار ہیں۔ اور آپ کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی تقریروں پر پوری سنجیدگی اور نیک نیتی کے ساتھ غور کریں گے۔ اور بہت جلد کسی آخری نتیجہ پر پہنچیں گے۔ ہم بہرحال ہندو دھرم سے عاجز آ گئے ہیں۔ اور کسی قطعی اقدام کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ مقرر موصوف نے کہا یہ مسئلہ سیاسی حیثیت میں بھی خاص طور سے قابل لحاظ ہے۔ ہم سات کروڑ اچھوت مستقبل میں ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ کر سکتے ہیں اگر ہم اسلام میں شامل ہو جائیں گے تو ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک باوقار اکثریت ہو جائے گی۔ اور وہ اکثریت ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ کر سکے گی۔ اگر ہم عیسائیت اختیار کر لیں گے تو ہندوستان میں عیسائیوں کی ایک طاقتور اقلیت ہو جائیگی اور بیرونی دنیائے عیسائیت کی مدد سے ہم ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ کر سکیں گے۔ اور اگر ہم سکھوں کے ساتھ ہو گئے جب بھی ہم ان میں مل کر بطور خود ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ کر سکیں گے۔ پھر ہم کو خود جدید آئین میں حق نیابت ملا ہے اور ہماری ایک مستقل حیثیت قرار پا گئی ہے۔

ہم یہ بھی غور کر سکتے ہیں کہ ہم سب سے الگ رہ کر کیا کر سکتے ہیں۔ غرض ہمارے پیش نظر تمام باتیں ہیں۔ اور ہم ان پر غور کر کے کسی ایک طریقہ کو اختیار کر لیں گے۔

جملہ مذاہب کی کانفرنس میں مختلف مذاہب کی انجمنوں نے اپنے رضا کار بھیجے گئے تھے۔ جو کانفرنس کے انتظامات میں ہاتھ بٹا رہے تھے۔ ان انجمنوں میں اسلامک یونین دار التبلیغ۔ سکھ ایسوسی ایشن میتھوڈسٹ کوین۔ لیبر سوسائٹی وغیرہ بھی شامل تھیں۔ کانفرنس کے اچھوت ڈیلیگیٹوں کو عیسائیوں کی طرف سے کرسچن کالج میں جائے قیام دی گئی ہے۔ سکھوں کی طرف سے کھانے پینے کا انتظام کیا گیا ہے۔ اور مسلمانوں کی طرف سے شامیانہ وغیرہ دیا گیا ہے اور رضاکار بھیجے گئے ہیں۔ حاضرین کی تعداد ہزاروں کی تعداد تک پہنچتی تھی ان میں ہر مذہب و ملت کے افراد شریک تھے۔ لیکن مسلمان اور عیسائی زیادہ تھے۔ مسلمانوں کی تعداد ستر فیصدی ہو گی۔ بعض مقررین جن کے نام پانیر نے لکھ دیئے۔ اس جلسہ میں قطعاً نہیں بولے بلکہ کہیں نظر بھی نہیں آئے۔ مثلاً مولوی عبدالمجید صاحب یا سید اصغر حسن صاحب ریٹائرڈ جج کا نام مقررین میں پانیر میں چھاپ دیئے۔ درآنحالیکہ ان اصحاب نے تقریر نہیں کی

پچھلے جنم کی گپ

ناظرین کو یاد ہو گا۔ دو تین مہینے پہلے پنجاب کے ہندو اخبارات میں دہلی کی شانتی دیوی کے پچھلے جنم کے صحیح حالات بیان کرنے کا بہت چرچا تھا۔ اس کے دہلی سے متھرا جا کر اپنے پچھلے جنم کے گھر بار اور رشتہ داروں کی پہچان کی نسبت بڑی لمبی چوڑی داستانیں بیان کی گئی تھیں۔ اور ان باتوں کو تناسخ کا زندہ اور ناقابل تردید ثبوت بتایا جاتا تھا۔ ہم نے اسی وقت اپنے ایک مضمون کے دوران میں اور باتوں کے علاوہ یہ خیال بھی ظاہر کیا تھا کہ اگر کوئی غیر جانبدار محقق اس کا امتحان کرے تو اسے بہت سی ایسی باتوں کا پتہ لگ جائے گا۔ کہ جس سے معاملہ کی اصلیت ظاہر ہو جائے۔ چنانچہ اسی بارے میں مندرجہ ذیل سوال و جواب جو ہماری سماج کے دو سیوکوں اور شانتی دیوی کے درمیان ہوئے ہیں۔ وہ اپنے ناظرین کی دلچسپی کے لئے نیچے درج کرتے ہیں :-

یہ دریافت کرنے پر کہ جب تم متھرا میں پیدا ہو کر زندگی بھر متھرا میں ہی رہی۔ تو اپنے گھر کے آس پاس رہنے والوں اور اپنے ماتا پتا کے نام تو ضرور یاد ہوں گے ؟ اس نے جواب دیا کہ وہ تو مجھ کو یاد نہیں رہے۔ پھر پوچھا کہ بندرابن میں بہاری جی کا مندر تم نے دیکھا ہو گا۔ اس کے کھمبے کاہے کے بنے ہوئے ہیں۔ جواب دیا کہ سونے کے بنے ہوئے ہیں (یہ جواب غلط ہے۔ کیونکہ کھمبے سنگ مرمر کے ہیں)

سوال :- کیا تم پچھلے جنم میں پڑھی ہوئی تھی۔

جواب :- ہاں کچھ پڑھی ہوئی تھی۔ گیتا اور بھاگوت کا پاٹھ کیا کرتی تھی۔

سوال - پچھلے جنم کا پڑھا ہوا تم کو یاد ہے ؟

جواب :- ہاں یاد ہے۔

پرنتو جب ایک صاحب نے گیتا کی پستک اپنی جیب سے نکال کر اس کو پڑھنے کے لئے دیا۔ اور کہا کہ اس میں سے کچھ پڑھ کر سناؤ۔ تو وہ اس میں سے ایک شلوک بھی نہ پڑھ سکی۔ پھر کہا کہ پچھلے جنم میں تو بھاگوت کا پاٹھ کیا کرتی تھی۔ یہ تو بتاؤ اس میں کتنے سکندھ ہیں۔

اُس نے جواب دیا کہ بیس سکندھ ہیں۔ یہ جواب بھی درست نہیں۔ بھاگوت میں ۱۲ سکندھ ہیں۔ اس پر اس کو کہا گیا کہ جس بات کا تم کو ٹھیک پتہ نہ ہو اس کی نسبت الٹا سیدھا جواب نہ دیا کرو یہی کہا کرو کہ مجھے معلوم نہیں۔

اس کے بعد دریافت کیا گیا کہ تمہاری بابت جو کتاب چھپی ہے اس میں لکھا ہے کہ تم سمت ۱۹۸۲ میں کاتک بدی ۲ کو مری تھی اور مرنے سے دس دن پہلے تمہارے لڑکا پیدا ہوا تھا۔ اور کہ ۱۱ دسمبر ۱۹۲۶ء کو یہاں پر تمہارا جنم ہوا۔ مرنے اور پھر پیدا ہونے کے درمیان جو دو برس کا فرق ہے ان دو سالوں میں تم کہاں پر رہی۔ اس کا وہ کوئی معقول جواب نہ دے سکی۔ یہ کہا کہ میں بھگوان کے سامنے گئی تھی۔ وہاں پر سونے اور چاندی کی سیڑھیاں تھیں۔ اور بھگوان پیلے رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ سر پر مکٹ تھا۔ گیتا میں کرشن جی کی تصویر دیکھ کر کہا "ہاں ایسے ہی تھے" شانتی کی ماں نے کہا کہ اس نے اپنے بارہ سال کے اس لڑکے کو دیکھتے ہی پہچان لیا جس کو یہ دس دن کا چھوڑ کر مر گئی تھی۔ یہ بات بھی غیر ممکن معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ جس لڑکے کو دس دن کا چھوڑا ہو۔ بارہ سال کے بعد اس جنم میں بھی کوئی ماتا پہچان نہیں سکتی۔ مرنے کے بعد پہچاننا تو کہیں رہا۔

اس بات چیت سے پتہ لگ سکتا ہے کہ اگر شروع میں ہی سارے واقعات کی اچھی طرح تحقیقات کی جاتی۔ تو فوراً اس کا پول کھل جاتا۔ کہ یہ سب مداری کے بندر کی طرح سکھائی ہوئی باتیں ہیں۔ (آریہ مسافر ۲ جون)

موتی بھر حب جملہ امراض چشم کیلئے اکسیر ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میدانِ تبلیغ میں مسلمانوں کی پسماندگی

حضرت عیسٰی علیہ السلام فرماتے ہیں، میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرف بھیجا گیا ہوں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا

اے نوع انسان! میں تم سب کی طرف سے اللہ کا رسول ہوں۔

یہ حضرت مسیح اور حضرت محمدؐ کے دعووں کا فرق تھا، اب ان کے عمل کا فرق دیکھو۔

مسیحی دنیا کا حیرت انگیز کام۔ آپ نے برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی لنڈن کا نام سنا ہوگا۔ یہ سوسائٹی ۱۸۰۴ء میں قائم ہوئی تھی۔ اس کے کام کی کیفیت یہ ہے کہ اس نے ۱۸۰۴ء سے ۱۹۳۴ء تک انجیل کے ۳۴ کروڑ ۱۸ لاکھ ۵۲ ہزار ۵۹۷ نسخے تقسیم کئے ہیں، ۵۵ زبانوں میں انجیل کے تراجم چھاپے ہیں ہندوستان کی ۱۱۲ زبانوں میں بائیبل کی اشاعت کی ہے، ۴۰ زبانوں میں اندھوں کیلئے ابھرے ہوئے حروف کی انجیلیں چھاپی گئیں۔ سوسائٹی نے تمام کرہ زمین کو ۲۵ حلقوں میں تقسیم کر کے ہر حلقہ میں اپنا مرکز قائم کیا ہے۔ سوسائٹی کے دفتروں کی تعداد دس ہزار سے زیادہ ہے۔ اور ہر دفتر کی نگرانی میں کئی کئی اخبار مطبعے، بکڈپو، سکول، کالج اور ہسپتال جاری ہیں۔ حلقہ ہندوستان میں سوسائٹی کے ۱۵ بک ڈپو اور ۱۸۰ گماشتے کام کر رہے ہیں۔ حلقہ سیلون میں ۲۲ بک ڈپو ہیں اور ۴۵ تنخواہ دار گماشتے ہیں۔ سوسائٹی کی سالانہ آمدنی ۵۰ لاکھ روپیہ ہے اور اسی قدر سالانہ خرچ ہے۔

کامیابی کا سبب کیا ہے؟ یہ سبب نہیں کہ عیسائیت اسلام سے اچھی ہے۔ بلکہ یہ سبب ہے۔ کہ عیسائی ہم مسلمانوں سے با احساس زیادہ ہیں۔ زیادہ سمجھدار ہیں اور زیادہ دین کے خادم ہیں۔ اور اپنی ترقی کے سرچشموں اور اسباب وعوامل کو ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ اور بہت خوب سمجھتے ہیں۔ وہ غفلت نہیں کرتے۔ جب زندگی اور ترقی کی کوئی کٹھن راہ ان کے سامنے آجاتی ہے تو وہ جان نہیں چرانے۔ عزم وہمت کے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب تک وہ کام طے نہ پا جائے۔ قدم پیچھے نہیں ہٹاتے۔

سوسائٹی کی کامیابی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ قوم کے امراء اپنے کارکنوں کے ساتھ ہیں۔ شاہی خاندان کے ایک معزز ترین رکن ڈیوک آف کناٹ سوسائٹی کے صدر ہیں۔ اور مارکوئیس آف ابرڈین۔ مسٹر بالڈون۔ مارکوئیس آف سالسبری۔ لارڈ سینکے۔ اور لارڈ ولنگڈن جیسے آدمی سوسائٹی کے رکن ہیں۔ فرضی اور برائے نام نہیں۔ عملی رکن ہیں اور ہر وقت سوسائٹی کی امداد کرتے ہیں۔ — سید خواجہ حسن نظامی

مسٹر ہیرالال گاندھی اور اسلام

شیخ عبداللہ سابق مسٹر ہیرالال گاندھی نے جامع مسجد بمبئی میں اپنے اسلام کا اعلان کرتے ہوئے مذہب کی تبدیلی کے جو وجوہ واسباب بیان کئے، ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔ اُنہوں نے دُنیا کے پرانے مذہب کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا۔

”ان میں سے ہر مذہب توحید کا دعوٰی کرتا مگر خالص توحید کہیں بھی نہیں تھی۔ خدا نے آخری پیغمبر حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھیجکر قرآن کے ذریعہ خالص توحید کی تعلیم دی“

اُنہوں نے یہ بھی کہا۔

”دوسری چیز جس نے مجھے اسلام کی طرف مائل کیا وہ عالمگیر اخوت کی تعلیم ہے اور مذاہب صرف اس کا دعوٰی کرتے ہیں۔ مگر عملاً ان میں اخوت نہیں ہے۔ بخلاف اس کے اسلام میں یہ چیز عملاً موجود ہے“

بے شبہ یہ دو باتیں جو شیخ عبداللہ گاندھی نے بیان کیں بالکل صحیح ہیں ”خالص توحید کی تعلیم“ اسلام کا سب سے بڑا کارنامہ ہے جس کی وجہ سے کروڑوں انسان خود ساختہ معبودوں کے پنجے سے ہمیشہ کیلئے آزاد ہو گئے۔ اسی طرح ”اخوت کی عملی تعلیم“ بھی جس کے مفید اور ضروری ہونے میں کلام نہیں ہو سکتا۔ صرف اسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ شیخ عبداللہ نے قرآن مجید کی تعلیم کا تذکرہ کرنے کے بعد آخر میں یہ بھی کہا۔

”یہ چیز روح کی تڑپ سے حاصل ہوتی ہے میری روح پر یہ بات اثر کر گئی۔ اسی وجہ سے میں نے اسلام قبول کیا۔ میں ہمیشہ اس پر قائم رہوں گا اور اپنی زندگی اسلام کی خدمت اور اسلام کی تبلیغ میں صرف کروں گا“

ہماری دعا ہے کہ جو کچھ اُنہوں نے کہا وہ استقامت کے ساتھ اس پر قائم رہیں۔ ہر شخص جو اسلام قبول کرتا ہے وہ اسلام پر نہیں بلکہ اپنی ذات اور اپنی آئندہ آنے والی نسلوں پر احسان کرتا ہے۔ اسلام اس سے بے نیاز ہے کہ وہ کسی کے مسلمان ہونے پر فخر وناز کرے۔

مسٹر عبداللہ گاندھی ایک پختہ عمر کے شخص ہیں اور اپنی زندگی کے پچاس سال ہندو سوسائٹی میں اور گاندھی جی کے زیر تربیت صرف کر چکے ہیں۔ اسلئے ہمارا خیال ہے کہ اُنہوں نے جو قدم اُٹھایا وہ خوب غور کر کے اُٹھایا ہوگا۔ اور اب کوئی ترغیب یا دھمکی ان میں لغزش نہ پیدا کرے گی، مستقبل میں ان کی عزت اسی استقامت پر منحصر ہے۔

مسٹر عبداللہ گاندھی کی ایک اور تقریر

جامع مسجد بمبئی میں اپنے اسلام کا اعلان کرنے کے بعد مسٹر عبداللہ گاندھی نے بمبئی کے ایک اور جلسہ میں جو زیر صدارت مرزا اختر حسین صاحب بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ منعقد ہوا اسلام کے متعلق ایک تقریر کی۔ مجمع بہت کثیر تھا، ہندو بھی خاصی تعداد میں شریک تھے، لاؤڈ اسپیکر کا بہترین انتظام کیا گیا تھا، مسٹر عبداللہ گاندھی نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

مسلمانو! آپ نے میرے ساتھ امید سے زیادہ محبت کا اظہار کیا ہے۔ ہندوستان کے ہر گوشہ سے مبارکباد کے تار آ رہے ہیں۔ مگر میں مبارکباد کے لائق اس وقت سمجھا جاؤں گا۔ جس وقت اسلام کی بہترین خدمت کرلوں گا۔

اُنہوں نے یہ بھی کہا کہ قرآن شریف اتنی بہترین تعلیم پیش کرتا ہے جسے پڑھ کر میں حیران رہ گیا اور فیصلہ کر لیا کہ روحانی تسلی اسی سے ہے مگر ہندو اور عیسائیوں نے مجھے اسلام سے بہت بدظن کرنا چاہا۔ اب میں اعلان کرتا ہوں کہ اسلام کے خلاف یہ لوگ جو بدظنی پیدا کرتے ہیں وہ سراسر جھوٹ ہے۔

اسلام: سلامتی کا دھرم ہے۔ اس کی تعلیم پر عمل کرنا جنت کا سامان بنانا اور جہنم سے بچنا ہے۔ پس آپ سب صاحب میرے لئے دعا فرمائیں کہ خدا مجھے استقامت کے ساتھ بہترین اسلام کی خدمت کے لئے آمادہ کرے۔ اس پر سب حاضرین جلسہ نے بلند آواز سے آمین کہی +

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نور انڈسٹریز کی تیر بہدف و شہرۂ آفاق ادویہ

اکسیر البدن رجسٹرڈ دنیا میں ایک ہی مقوی دوا ہے

بلا شبہ کمزوری اور ضعیفی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مصیبت نہیں۔ اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے آپ آج ہی اکسیر البدن رجسٹرڈ کا استعمال شروع کر دیں۔ کیونکہ دل میں نئی امنگ۔ اعضاء میں نئی ترنگ۔ دماغ میں نئی جولانی پیدا کرتا۔ کمزور کو زور آور اور زور آور کو شہ زور۔ نامرد کو مرد۔ اور مرد کو جوانمرد بنانا اس اکسیر پر ختم ہے۔ ایک ماہ کی خوراک کی قیمت پانچ روپے محصولڈاک علاوہ

جناب ملک شیر محمد خانصاحب رئیس کوٹ رحمت خاں ڈاکخانہ مومن

ضلع شیخوپورہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ "میرے جسم میں جس قدر خطرناک عوارض تھے مثلاً فالج۔ پسلی کا درد۔ پیشاب کا جلن سے آنا اکسیر البدن کے ذریعہ سب کو آرام آ گیا۔ آپ جس دیانتداری سے ادویات تیار کرتے ہیں اس کی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ کی ادویات کی تعریف جو اشتہاروں میں درج ہے۔ ان کے اثرات اس تعریف سے انتہا بلند ہیں۔"

دنیا میں تو موتی سرمہ کی ہی دھوم مچ رہی ہے!

آج دنیا اس بات کو مان چکی ہے کہ موتی سرمہ جملہ امراض چشم کے لئے تریاق ہے۔ ضعف بصر۔ ککرے۔ جلن۔ جالا۔ پھولا۔ خارش چشم۔ پانی بہنا۔ دھند۔ غبار۔ پڑبال۔ ناخونہ۔ گوہانجنی۔ رتوندا۔ ابتدائی موتیابند وغیرہ۔ غرضیکہ جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر ہے۔ جو لوگ بچپن اور جوانی میں اس کا استعمال رکھتے ہیں۔ وہ بڑھاپے میں اپنی نظر کو جوانوں سے بھی بہتر پاتے ہیں۔

قیمت فی تولہ صرف دو روپے آٹھ آنے (عہ۸)

محصولڈاک علاوہ

ایک جج صاحب بہادر نے بہت سا سرمہ مفت تقسیم کیا

جناب ڈاکٹر محمد ابراہیم صاحب کنٹونمنٹ سپرنٹنڈنٹ چھاؤنی فیروزپور سے تحریر فرماتے ہیں کہ "آپ کا موتی سرمہ ایک سب جج صاحب بہادر کو استعمال کرایا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا فائدہ دیا کہ وہ آپ کے موتی سرمہ کے گرویدہ ہی ہو گئے ہیں۔ اب وہ غرباء میں بطور کار خیر مفت تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا آپ آدھ آدھ تولہ والی بارہ شیشیاں اور ایک شیشی تولہ والی بدیدن خط ہذا بذریعہ وی پی جلد بھیج دیجئے!"

اکسیر اکبر

جس کا اثر مستقل ہے۔ اکسیر البدن کے علاوہ اس میں مزید حسب ذیل اجزاء شامل ہیں۔ سونے کا کشتہ۔ کستوری۔ عنبر۔ یوہمبین وغیرہ۔ اس کے فوائد کیلئے یہ ایک ہی لاثانی دوا ہے اس کی موجودگی نے طبی دنیا میں ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ مفصلہ ذیل نئی و پرانی بیماریوں میں اس کا اثر فوری و مستقل ہے۔ ضعف دل۔ ضعف دماغ۔ ضعف اعصاب۔ ضعف باضمہ۔ قبل از وقت بالوں کا سفید ہو جانا۔ دل کی دھڑکن۔ سر کا چکر آنا۔ آنکھوں میں اندھیرا آنا۔ بے چینی۔ سستی۔ اداسی۔ ذرا سے کام سے دل کانپنا۔ جسم میں سخت کمزوری وغیرہ بیماریوں کے لئے یہ اکسیر بفضلہ آخری اور یقینی علاج ہے۔ لاگت کے مقابلہ میں قیمت برائے نام۔ یعنی ایک ماہ کی خوراک کی قیمت صرف بتیس روپے (عـــہ) محصول ڈاک علاوہ

اکسیر اکبر سے ۴۵ سالہ ۱۸ سالہ نوجوان بن گیا

جناب ڈاکٹر شیر محمد صاحب عالی اسسٹنٹ سرجن فورٹ لاکھارٹ ضلع کوہاٹ سے تحریر فرماتے ہیں "اکسیر اکبر کی ایک ماہ کی خوراک جو آپ سے منگوائی تھی۔ ایک مریض جس کی عمر چالیس سال سے متجاوز ہو چکی تھی۔ اور جو علاج کرانے سے مایوس ہو چکا تھا۔ اور جس کو کمزوری تقریباً بیس سال سے تھی کو استعمال کرائی گئی۔ دوران استعمال میں ایک حیرت انگیز تبدیلی اس کے جسم میں رونما ہوئی جو سینکڑوں مقوی ادویہ کے کھانے سے بھی آج تک نہ ہوئی تھی یعنی اکسیر اکبر کے استعمال سے اس کی صحت ایسی ہو گئی جیسے اٹھارہ سالہ نوجوان کی چڑھتی جوانی کا عالم ہوتا ہے۔"

اکسیر اکبر واقعی اس زمانہ میں اپنا جواب نہیں رکھتی آپ ایک دفعہ ضرور تجربہ فرمائیے!

تریاقِ اعظم

اس ایک ہی تریاق سے سر سے پاؤں تک جملہ بیماریوں کا علاج کیجئے۔ گھر میں اس تریاق اعظم کی شیشی ڈاکٹروں اور حکیموں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ سفر میں اس کی ایک شیشی کا آپ کے پاکٹ یا سوٹ کیس میں ہونا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہسپتال کی جملہ ادویہ آپ کی پاکٹ میں ہیں۔ اس کا ہر قطرہ میں آب حیات اور ہر مرض کے لئے اکسیر ہے اس کے ایک قطرہ کے حلق سے اترتے ہی مردہ جسم میں برقی لہر دوڑ جاتی ہے۔ سر کے درد۔ پسلی کے درد۔ گنٹھیا کے درد۔ عرق النساء کے درد۔ معدہ کے درد۔ جگر کے درد۔ غرضیکہ جملہ قسم کے دردوں کے لئے تیر بہدف ہے۔ ناسور۔ جلے ہوئے آبلوں۔ تلی۔ بخار۔ ہیضہ۔ بدہضمی کے لئے اکسیر۔ خلاصہ کوتاہ تقریباً دو صد امراض کا ایک ہی علاج ہے۔ مفصل حالات پرچہ ترکیب استعمال میں ملاحظہ فرمائیے۔ قیمت فی شیشی صرف دو روپے آٹھ آنے علاوہ محصولڈاک عہ

تریاق اعظم کے ذریعہ جاں بلب مریض کو شفا ہوئی

جناب مسٹر خلیل الرحمٰن صاحب ہیڈ ایڈمنسٹریٹر ہری آگرہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے "تریاق اعظم" نامی دوا آپ سے منگوائی۔ میں اس کی جس قدر بھی تعریف کروں کم ہے۔ یہ تریاق ہر ایک بال بچے والے گھر میں ہونا ضروری ہے۔ میرے پڑوس میں ایک جاں بلب مریض کو اس تریاق سے فوراً شفا ہوئی۔ اور ایسی مثالیں بیشمار ہیں۔ جو کڑے وقت میں تریاق اعظم تیر بہدف ثابت ہوئی۔ آپ نے ایسی بہترین دوا ایجاد کر کے مخلوق خدا پر بڑا احسان کیا ہے۔ اگر اسے زندگی کا اکسیر کہا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جائے تو بجائے ایک شیشی کے جلد بذریعہ وی پی بھیج کر شکریہ کا موقعہ دیں۔

اکسیر بواسیر

یہ نامراد موذی مرض انسان کا خون نچوڑ کر ہڈیوں کا پنجر اور زندہ درگور بنا کر زندگی تلخ کر دیتا ہے۔ اس کی مصیبت تو کچھ وہی بہتر سمجھ سکتا ہے جسے بدقسمتی سے اس نامراد مرض سے سابقہ پڑا ہو۔ ہماری یہ اکسیر اس ظالم مرض کو خواہ کسی قسم کا ہو زیادہ سے زیادہ چودہ روز کے استعمال سے جڑھ سے اکھاڑ کر نیست و نابود کر دیتی ہے۔ قیمت تین روپیہ علاوہ محصول ڈاک

تین شیشی اور بھیجئے

جناب بابو محمد سالم اکبر صاحب ہیڈ کلرک اچھاپور نواب گنج سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ایک دوست کے لئے پہلے بھی آپ سے اکسیر بواسیر نامی دوا منگوائی تھی جس سے وہ دوست ایک سال تک بالکل اچھے رہے۔ ان کو دیکھ کر اب اور مریضوں نے بھی خواہش ظاہر کی ہے۔ لہذا بذریعہ خط ہذا تین شیشی اکسیر بواسیر اور بذریعہ وی پی بھیج کر شکریہ کا موقعہ دیجئے۔

موتی دانت پوڈر

میلے دانت جملہ بیماریوں کا گھر ہیں۔ اگر آپ اپنی صحت کو ضروری سمجھتے ہیں۔ تو آج ہی سے اس کا استعمال شروع کر دیں جو دانتوں کی جملہ بیماریوں کو دور کر کے انہیں فولاد کی طرح مضبوط بنا کر موتیوں کی طرح چمکاتا ہے۔ اور بدبوئے دہن کو دور کر کے پھولوں کی سی مہک پیدا کرتا ہے۔ قیمت دو اونس کی شیشی جو مدت تک کافی ہے۔ ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک۔

رفیق زندگی

گرم مزاج والوں کے لئے بے نظیر نسخہ ہے۔ مفرح دل اور مقوی دماغ۔ جس سے جوہر حیات کو خاص ترقی ہوتی ہے۔ بیماری یا کثرت کار کی وجہ سے جن کے چہرے زرد۔ دل ہر وقت دھڑکتا سر چکر آتا۔ آنکھوں میں اندھیرا آتا۔ اٹھتے وقت ستارے سے دکھائی دیتے۔ بے چینی۔ گھبراہٹ سستی اور اداسی چھائی رہتی ہو کام کرنے کو دل نہ چاہتا ہو۔ جسم میں کمزوری ہو۔ اس کیلئے یہ جادو اثر دوا نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اس دوا کا ایک ماہ کا استعمال سال بھر کے لئے انشاء اللہ کسی دوسری مقوی دوا سے بے نیاز کر دیگا۔ ایک ماہ کی خوراک جس میں تما

پندرہ تولہ دوا ہے۔ قیمت پانچ روپے محصول ڈاک علاوہ۔

اکسیر معدہ

معدہ بدہضمی کمی بھوک۔ درد شکم۔ اپھارہ۔ باد گولہ پیٹ کا گڑگڑانا کھٹی ڈکاریں۔ جی کا متلانا قے۔ جگر و تلی کا بڑھ جانا۔ سر چکرانا۔ گرم شکم۔ اسہال۔ ریاح۔ کھانسی۔ دمہ کے لئے بہترین دوا ہے۔ گھی مکھن۔ بالائی۔ انڈے وغیرہ ہضم کرنیکا بہترین ذریعہ ہے۔ دماغ حافظہ اور ذہن کو تقویت دینے کمزور اور دماغی کام کرنیوالوں کیلئے بے نظیر چیز ہے۔ قیمت صرف دو روپے محصول ڈاک علاوہ

قبض کشا گولیاں

اوّل تو کبھی کبھار کی قبض بھی بہت تکلیف دہ ہے۔ پھر دائمی قبض سے تو خدا کی پناہ۔ اگر آپ کا معدہ صاف ہے تو سمجھو کہ آپ تندرستی کی گود میں کھیل رہے ہیں۔ ورنہ یہ امر مسلمہ کہ قبض سب بیماریوں کی ماں ہے۔ ایک دن گھر کا پاخانہ صاف نہ ہو تو تمام گھر کی فضا اسقدر خراب ہو جاتی ہے کہ ناک میں دم آجاتا ہے یہی حال آپ معدہ کا سمجھئے۔ اگر ایک روز بھی کھل کر اجابت نہ ہو۔ تو تمام معدہ متعفن ہو جاتا ہے اور متعفن معدہ ہی ہر ایک بیماری کی جڑھ ہے۔ قبض کشا گولیاں کیا ہیں؟ گویا معدہ کی جھاڑو ہیں۔ ان کا دائمی استعمال سمجھو کہ صحت کا بیمہ ہے ایک سو گولی کی قیمت صرف دو روپے۔ محصول ڈاک علاوہ

افیون چھڑاؤ گولیاں

افیون بہت بری بلا ہے۔ علاوہ روپے کے نقصان کے یہ انسانی صحت کا بھی ستیاناس کر دیتی ہے۔ بدقسمتی سے جسے اس کی عادت پڑ جائے۔ پھر اس کا چھوٹنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ ہماری یہ گولیاں انشاء اللہ بہت جلد اس بلا سے نجات دلا دیں گی۔ قیمت یکصد گولی دو روپے۔ محصول ڈاک علاوہ۔

بیس سالہ افیون کھانیکی وباء سے نجات مل گئی

مکرم جناب نور احمد خانصاحب گورنمنٹ کنٹریکٹر مانیھر یک سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ آپ کی مرسلہ افیون چھڑاؤ گولیاں ایک شخص کو استعمال کرائی گئیں۔ یہ صاحب بیس سال سے افیون کھانے کی وباء میں مبتلا تھے۔ ان کا افیون کھانا قریباً قریباً چھوٹ گیا ہے۔ گولیاں بہت مفید ثابت ہوئی ہیں۔ تھوڑی گولیوں کی اور ضرورت ہے۔ لہذا آپ یکصد گولیاں بذریعہ خط ہذا بھیج دیجئے!

اکسیر جریان

اس نامراد موذی مرض سے بڑھ کر اور کوئی خطرناک روگ نہیں۔ یہ اندر ہی اندر گھن کی طرح انسانی صحت کا ستیاناس کر دیتا ہے سر میں درد۔ چہرہ زرد۔ طبیعت سرد۔ ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے دل اکتایا ہوا اور بھوک مری ہوئی۔ غرضیکہ یہ نامراد بیماری انسان کو زندہ درگور بنا دیتی ہے۔ ہم نے سالہا سال کے تجربہ کے بعد اس موذی مرض سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک مجرب نسخہ ایجاد کیا ہے۔ اگر اس کی قیمت دس روپے بھی رکھی جاتی تو بھی تھوڑی تھی۔ مگر محض پبلک کی ہمدردی کی خاطر اس کی قیمت صرف تین روپے رکھی جاتی ہے۔ محصول ڈاک علاوہ۔

بیس سالہ احتلام۔ جریان اور سستی جاتی رہی

جناب مہدی خانصاحب گھگھال ڈاکخانہ ڈلوال۔ ضلع جہلم سے لکھتے ہیں کہ جو جناب سے دوا اکسیر جریان منگوائی تھی۔ اس سے اس حد تک فائدہ ہوا کہ بیس سال کے امراض احتلام جریان سستی وغیرہ سب جاتی رہی۔ اللہ تعالیٰ اس ایجاد کے لئے آپ کو جزائے خیر دے۔

مچھر پروف

جب رات کو انسان میٹھی نیند سو رہا ہو۔ تو اس وقت مچھروں کے کاٹنے سے جو بے چینی ہوتی ہے وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ اور پھر اس کے کاٹنے سے ملیریا بخار جیسا موذی روگ جو انسان کو زندہ درگور بنا دیتا ہے لگ جاتا ہے ہم نے ایک ایسا تیل ایجاد کیا ہے۔ جس کی بو سے مچھر اس طرح بھاگتا ہے جس طرح لاحول سے شیطان۔ اس کے چند قطرے بدن پر مل لیجئے۔ اور بے کھٹکے میٹھی نیند آرام کیجئے دو اونس کی شیشی جو خاصی مدت کے لئے کافی ہے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ محصول ڈاک علاوہ۔

بال اڑانیکی خوشبودار دوائی

اس خوشبودار دوائی کو پانی میں گھول کر لگانے سے ایک منٹ کے اندر اندر سخت سے سخت اور نرم سے نرم جگہ کے بال بصفائی کمال جڑھ سے دور ہو جاتے ہیں۔ قیمت فی شیشی صرف آٹھ آنے محصول ڈاک علاوہ

ملنے کا پتہ

مینجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان۔ ضلع گورداسپور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

علمی لوٹ

آٹھ کتب کا سٹ بجائے ۱۲ کے ۸ روپیہ

آٹھ کتب کا سٹ بجائے ۱۲ کے ۸ روپیہ

بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

یہ وہ جامع کتاب ہے جس میں ہندوؤں کے کل عقائد (۱) وید سمرتی پران (۲) چھوت چھات (۳) تیرتھ یاترا (۴) جنیئو (۵) مورتی پوجا (۶) ستونک (۷) اوتار (۸) گئو پوجا (۹) مردے کا جلانا (۱۰) ذبیحہ یا جھٹکا (۱۱) تناسخ (۱۲) سکھوں کے پانچ ککے شری گرنتھ صاحب اور حضرت بابا نانکؒ کے اقوال سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت موصوف نے ان عقائد کی تردید کی ہے۔ اور اس کے خلاف مسلمانوں کے عقاید کے گورو صاحب دل و جان سے مؤید تھے۔ مثلاً (۱) کلمہ طیبہ (۲) نماز و روزہ (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (۴) حج کعبہ (۵) قبلہ پر ایمان (۶) عقیدہ ملائکہ (۷) قرآن مجید پر ایمان (۸) صوفیائے کرام اور حضرت بابا نانکؒ (۹) حضرت بابا نانک کے اقوال کا ماخذ قرآن مجید ہے پھر اخیر میں اس کتاب میں نہایت مدلل و مبسوط مضمون تاریخی نقطۂ خیال سے درج ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ شاہان اسلام گورو صاحبان کے ہمیشہ حامی و مددگار رہے۔ اور سکھوں کے پانی کی جگہ انہوں نے اپنا پسینہ بہایا۔ اس کتاب کے متعلق ہندوستان کے ۲۰ چوٹی کے اخبارات نے زبردست ریویو میں یہ ظاہر کیا ہے کہ سکھوں اور ہندوؤں میں تبلیغ کے لئے یہ بے نظیر کتاب ہے۔ قیمت ایک روپیہ بارہ آنہ (۱۲/۱) محصول ڈاک علاوہ۔

مسلمانوں کے احسان سکھوں پر

مضمون نام سے ظاہر ہے۔ اس میں سکھوں کی مسلمہ کتب سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ گذشتہ زمانہ میں مسلمان سکھوں کے سر آڑے وقت میں کام آتے رہے ہیں۔ سکھ گوروؤں کے پسینہ کی جگہ مسلمانوں نے اپنا خون بہایا۔ سکھ گوروؤں کی طرف سے مسلمان سر مشکل کے وقت سینہ سپر ہوئے۔ یہ رسالہ اس قدر مقبول ہوا کہ اس کے قیمتی مضمون کو بعض سکھ اخبارات نے بھی فخریہ شائع کیا۔ ضرورت ہے کہ ایسا رسالہ نہایت وسیع پیمانہ پر شائع ہو تاکہ ہمارے سکھ بھائی اپنے دوست اور دشمن کو بہتر سمجھ سکیں۔ قیمت ۵ آنے محصول ڈاک علاوہ

سکھ اور مسلمان

یہ جناب ایڈیٹر صاحب اخبار نور کا وہ لیکچر ہے جو گذشتہ سے پیوستہ سال مرکزی سالانہ جلسہ پر دیا گیا۔ اور پھر دوستوں کے اصرار پر کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔ یہ لیکچر اس قدر مقبول عام ہوا کہ اس کا پہلا ایڈیشن جو دو ہزار چھپا تھا ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گیا۔ اب دوسرا ایڈیشن مزید اضافہ سے شائع کیا گیا ہے۔ سکھوں میں تبلیغ کے لئے بہترین حربہ ہے۔ قیمت فی کاپی آٹھ آنے محصول ڈاک علاوہ۔

سکھ مسلم اتحاد

یہ جناب ایڈیٹر صاحب موصوف کا وہ لیکچر ہے جو انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ پر دیا گیا جسے حاضرین نے خاص اشتیاق سے سنا۔ اب دوستوں کے اصرار پر یہ رسالہ کی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ اس رسالہ میں ازروئے گرنتھ صاحب اور دیگر سکھ تاریخی کتب سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سکھوں کا اگر مضبوط قدموں پر اتحاد ہو سکتا ہے تو مسلمانوں سے ہی۔ سکھ دوستوں کو دینے کے لئے بے نظیر تحفہ۔ قیمت صرف آٹھ آنے۔ محصول ڈاک علاوہ۔

ہندو دھرم کی حقیقت

یعنی سناتن دھرم پر ایک تنقیدی نظر۔ آج تک مسلمانوں کی طرف سے اس مذہب کے متعلق بہت ہی کم لٹریچر مہیا کیا گیا ہے۔ اس لئے اس قابل قدر کتاب نے ایک بڑی بھاری ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اس معرکۃ الآرا کتاب میں حسب ذیل مضامین ہیں (۱) ویدوں کی حقیقت (۲) کیا وید الہامی ہیں۔ ہندوؤں کا مسئلہ اوتار (۴) اوتاروں کی تقسیم (۵) ست جگ کے اوتار۔ ایشور مچھلی کے روپ میں (۷) ایشور کچھوے کے روپ میں (۸) ایشور سور کے روپ میں (۹) ایشور باونے کے روپ میں (۱۰) ایشور کلہاڑے والے کے روپ میں (۱۱) رام اوتار (۱۲) دواپر یگ کے اوتار (۱۳) کرشن اوتار (۱۴) بدھ اوتار (۱۵) ضرورت اسلام پر سوامی دیانند کی گواہی وغیرہ وغیرہ۔ گویا ہندوؤں کی وہ کتب جو ہزارہا اوراق پر پھیلی ہوئی ہیں۔ اور آج تک ان میں درج شدہ مضامین کی بھنک تک بھی مسلمانوں کے کانوں میں نہ پڑی تھی۔ یہ ان جملہ کتب کا نچوڑ ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ۔ محصول ڈاک علاوہ۔

آریہ مذہب کی حقیقت

مارچ ۱۹۲۳ء میں جبکہ آریوں کی طرف سے راجپوتانہ میں ملکانہ ارتداد کی وبا کی آندھی چلی تھی۔ اس وقت یہ کتاب اس ارتداد کی زہر کو روکنے کے لئے بہترین تریاق ثابت ہوئی تھی اس کی تاثیر اور اس کی قبولیت کا آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسلم آوٹ لک۔ زمیندار اور سیاست وغیرہ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ آج تک جس قدر کتب اس موضوع پر لکھی گئی ہیں یہ ان سب پر فائق ہے۔ مجھ سے اجازت لے کر بعض دوستوں نے سندھی اور گجراتی میں بھی ترجمہ کیا۔ اب یہ مزید اضافہ کے ساتھ دوبارہ چھپ گئی ہے پہلے حجم اسّی صفحات تھا۔ اب ۱۰۸ ہے۔ کاغذ۔ لکھائی چھپائی سب اعلیٰ ہے۔ قیمت غیر مجلد چھ آنے۔ جو تقریباً اصل لاگت ہے ضرورت ہے کہ اس مجرب تبلیغی حربہ کی اشاعت نہایت وسیع پیمانہ پر ہو۔ اس لئے اسکی قیمت قریباً اصل لاگت ہی رکھی گئی ہے۔

گائے اور سکھ دھرم ۱/۔ گورو کی بانی (گورمکھی میں) ۱/

یہ آٹھ کتب کا سٹ جس کی قیمت پانچ روپے ایک آنہ ہوتی ہے۔ اکٹھا خریدنے والوں سے صرف ۴/۸ محصول ڈاک ۱۰/ آنے علاوہ۔

ملنے کا پتہ:۔ **مینیجر اخبار نور۔ نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور** (پنجاب)